علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ
ماہ نامہ
ذوق شوق
کراچی
شوال المکرم / ذوالقعدۃ
مئی 2024
تصویر کا عنوان بتائیے
اور انعام پائیے

خوش خبری
ماہ نامہ "ذوق وشوق" جون 2024 میں عیدالاضحیٰ کی خوشی کے ساتھ ساتھ آپ کے لیے لا رہا ہے......
ایک اور بڑی خوشی......
ماہ نامہ "ذوق وشوق" کا
"سال نامہ"
جس میں آپ کو ملیں گی......
؟-------------- ؟--------------
؟-------------- ؟--------------
ارے! لکھاری/لکھاریہ تحریریں بھیجیں گے تو قارئین پڑھ سکیں گے نا......!
لہٰذا تمام لکھاریوں سے گزارش ہے کہ جلد ہی ایک پھڑکتی ہوئی تحریر/نظم لکھ ماریے۔
اور ساتھ ساتھ قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ جلد ادارے سے اپنی کاپی بک کروالیں۔
اور ہاں، اللہ تعالیٰ سے اس "سال نامے" کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام ضرور کیجیے گا۔
(ادارہ)
zouqshouq@hotmail.com
zouqshouq/ذوق شوق
ادارے کا واٹس ایپ اور رابطہ نمبر: 0300-2229899
نگران ترسیل صاحب کا واٹس ایپ اور رابطہ نمبر: 0309-2228120

عبد اللہ بن مسعود

(مفہوم آیت، از سورۂ یونس: 25)

”اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف دعوت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔“

عزیز دوستو! یہ آیت ہمیں بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جنت کی طرف دعوت دے رہے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کاموں کا حکم دیتے ہیں جو جنت تک لے جانے والے اور جنت میں داخلہ دلانے والے ہیں۔ ہم ذرا سوچیں، یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ کائنات کے خالق و مالک کی جانب سے آپ کو اور مجھے دعوت دی جا رہی ہے کہ جنت کی طرف آجاؤ، پھر جو اِس دعوت کو قبول کر کے ہمت سے کام لیتا ہے اور جنت والے کاموں میں لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے سیدھے راستے پر ڈال دیتے ہیں اور جنت تک پہنچا دیتے ہیں۔

آئیں! ہم اپنے پیارے اللہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے نیک کاموں کی پابندی کریں۔ چند کام یہ ہیں:

۱۔ کوئی بھی شخص کسی دوسرے انسان کا مذاق نہ اڑائے۔

۲۔ کسی کو بُرے نام سے نہ پکارے۔

۳۔ کوئی انسان کسی کے پیچھے اُس کی برائیاں بیان نہ کرے۔

۴۔ گھروں میں سلام کر کے اور اجازت لے کر داخل ہوں۔

۵۔ ہم اپنی نمازوں کا پورا پورا خیال رکھیں۔

درحقیقت ان احکامات کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی جنت میں آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی جنت میں جمع فرمائے۔ آمین!

راشد علی نواب شاہی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی آدمی کو چیختا ہوا پاتے تو اُسے ناپسند فرماتے۔ آپ کو ہلکی آواز پسند تھی۔

(کنزالعمال، جلد ۷، ص: ۱۴۷)

عزیز ساتھیو!

ہماری روزانہ کی زندگی میں ایک کام بولنے اور سننے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت زبان ہے۔ اس کے ذریعے ہم بات کرتے ہیں۔

ہماری گفتگو کے انداز سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم آہستہ آواز میں بات کریں یا آواز کی جتنی ضرورت ہو، اس کے مطابق بات کریں۔ چیخ چیخ کر بات کرنا، چلّا کر بات کرنا، یہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اچھے اور مہذب لوگ اس طرح گفتگو نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی منع فرمایا ہے کہ آدمی بلا وجہ چلّا کر بات نہ کرے۔

ہمیں یہ بات بچپن سے ہی سیکھنی چاہیے۔ جتنی ضرورت ہو، اسی قدر آواز سے بات کریں اور اُسی کے مطابق آواز بلند کریں۔

اللہ تعالیٰ نے زبان ایک عطا فرمائی اور کان دو عطا فرمائے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ بولیں کم اور سنیں زیادہ۔

جو زیادہ باتیں کرتا ہے، وہ عموماً زیادہ غلطیاں کرتا ہے، لہٰذا بولیں کم اور سنیں زیادہ اور ہلکی اور آہستہ آواز میں بات کریں، کیوں کہ یہ طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہ نامہ

ذوق و شوق

کراچی

زیرِ سرپرستی:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

شوال المکرم / ذوالقعدۃ ۱۴۴۵ ہجری | جلد: 20

شمارہ: 05

■ ناشر ~~~~ محمد عارف رشید

اس رسالے کی تمام آمدنی تعلیم و تبلیغ اور اصلاح امت کے لیے وقف ہے۔

قیمت عام شمارہ 180 روپے

سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک =/2500

بذریعہ عام ڈاک =/2250

خط و کتابت کا پتا

ماہ نامہ ذوق و شوق، پی۔ او۔ بکس: 17984
گلشن اقبال، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: 75300
zouqshouq@hotmail.com
zouqshouq / ذوق شوق

اشتہارات اور سالانہ خریداری کے لیے رابطہ کریں
0300-2229899 - 0309-2228120
دفتری اوقات: صبح 8:00 تا 1:00 دوپہر 2:30 تا 6:00

JazzCash 0320-1292426
(نوٹ: جاز کیش اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید اس نمبر (0320-1292426) پر واٹس ایپ کر دیں۔)

سالانہ خریداری بذریعہ میزان بینک اکاؤنٹ:
اکاؤنٹ ٹائٹل: Bait ul ilm Charitable Trust (Zouq-o-Shouq)
اکاؤنٹ نمبر: 0179-0103431456، سولجر بازار برانچ، کراچی
(نوٹ: بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کر دیں۔)

پبلشر محمد عارف رشید نے بچوں کی تعلیمی و ذہنی ترقی و اصلاح کی خاطر ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

جھلکیاں

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

عزیز بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہم اور آپ کتنے مال دار ہیں اور ہمارے پاس اربوں کھربوں کی دولت ہے؟

ارے ارے یوں آنکھیں پھاڑے ہمیں کیوں دیکھ رہے ہیں۔

حیران نہ ہوں، ابھی ہم آپ کو سمجھائے دیتے ہیں۔

آیئے، ذرا ہم اپنے جسم کا جائزہ لیتے ہیں۔ کیا ہمارے پاس آنکھیں ہیں یا (اللہ نہ کرے) ہم دیکھنے سے معذور ہیں؟ ہاتھ ہیں یا ہم اِن سے محروم ہیں؟ ہم خود اپنے پاؤں پر چل سکتے ہیں یا ہمیں کسی کا سہارا لینا پڑتا ہے؟ ہم جو چاہتے ہیں زبان سے بول سکتے ہیں یا ہمیں اشاروں سے بات کرنی پڑتی ہے؟ ہم اپنے دانتوں سے چبا کر اَز خود کھانا سکتے ہیں یا کسی مصنوعی طریقہ سے کھانا جسم میں داخل کرنا پڑتا ہے؟ ہمیں روزانہ ہسپتال تو نہیں جانا پڑتا؟ مستقل کوئی دوائی تو نہیں کھانی پڑتی؟

الحمدللہ! اِن سب اعذار سے ہم محفوظ ہیں۔ سوچیے، آج معمولی سے معمولی علاج، چھوٹے سے چھوٹے آپریشن پر کتنی رقم خرچ ہو جاتی ہے؟ تو اِن صحیح سالم آنکھوں، مضبوط ہاتھ پاؤں اور محفوظ دانت وغیرہ کی شکل میں اربوں کھربوں نہیں، بل کہ اِس سے کہیں زیادہ قیمتی چیزوں کے ہم مالک ہیں۔

تو دوستو! ہر صبح ہم پر اِس صحت وسلامتی والی قیمتی ترین دولت کا شکر واجب ہو جاتا ہے۔ اِس کا ہم دو طرح شکر ادا کر سکتے ہیں:

۱۔ پیارے نبی ﷺ کی اس پیاری دعا کو ہم یاد کر لیں اور روزانہ صبح اسے پڑھنے کی عادت بنالیں:

اللّٰهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ (اے اللہ! میری ہر نعمت آپ ہی کے فضل سے مجھے عطا ہوئی ہے، جس پر میں آپ ہی کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں۔)

۲۔ ہم ایسی ہر چیز کے استعمال سے اپنے آپ کو دُور رکھیں جو ہماری صحت کو نقصان پہنچانے والی ہو، اگرچہ وہ ہماری پسندیدہ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے صحت بخش غذائیں بے پناہ ہمیں عطا کر رکھی ہیں، اُنھیں ہم خوب استعمال کر سکتے ہیں، جیسے کھجور، بادام، دودھ، شہد، چنے، گڑ وغیرہ۔ تھوڑی سی لذت اور وقتی چٹخارے کی خاطر اپنی صحت کو برباد کرنا تو عقل مندی نہیں ہے نا!

لہٰذا اب آپ کو یاد رکھنا، بل کہ عمل کرنا ہے اِن دونوں باتوں پر۔ کریں گے نا!

والسلام

سیرت کہانی ۵۹

عبدالعزیز

جب آپ ﷺ نماز عصر کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اپنے حجرے میں تشریف لے گئے تو اُس وقت حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں سے کہا:

''تم لوگوں نے رسول اللہ کو شہر سے باہر جا کر حملہ کرنے پر مجبور کیا، حالاں کہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اترتی رہتی ہے۔ اب مناسب یہ ہے کہ آپ ﷺ سے عرض کیا جائے کہ آپ جیسا مناسب سمجھیں، ویسا ہی کیجیے۔''

اتنے میں آپ ﷺ دو زِرہیں (لوہے کی زنجیروں سے بنی قمیصیں) پہن کر اور اَسلحے سے لیس ہو کر باہر تشریف لے آئے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! ہم سے غلطی ہوگئی کہ ہم نے اپنی بات پر اِصرار کیا، یہ ہمارے لیے مناسب نہیں تھا۔ اب آپ جس طرح چاہیں عمل فرمائیں۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کسی نبی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اسلحے سے لیس ہو جانے کے بعد دُشمن سے لڑے بغیر ہتھیار اُتار دے۔ اب اللہ کا نام لے کر چلو اور جو حکم دوں اس پر عمل کرو اور یہ سمجھ لو کہ جب تک تم صبر کرنے والے اور ثابت قدم رہو گے اللہ تعالیٰ کی فتح اور نصرت تمھارے ہی لیے ہے۔''

۱۱، شوال جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد آپ ﷺ ایک ہزار ساتھیوں کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما زرہ پہنے ہوئے آپ ﷺ کے آگے آگے تھے اور دِیگر مسلمان آپ کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

مدینے سے باہر نکل کر جب شیخین نامی جگہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے لشکر کا جائزہ لیا اور اُن میں جو کم عمر تھے، انھیں واپس بھیج دیا۔

انھی کم عمر بچوں میں سے ایک حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بھی تھے، انھوں نے یہ کیا کہ پنجوں کے بل تن کر کھڑے ہوگئے، تاکہ لمبے معلوم ہوں، آں حضرت ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے، جو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے ہم عمر تھے، اپنے والد سے کہا:

''ابا جان! رافع کو تو اِجازت مل گئی اور میں رہ گیا، حالاں کہ میں اس سے زیادہ طاقت ور ہوں اور اُسے ہرا سکتا ہوں۔''

ان کے والد حضرت مری بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! آپ رافع کی طرح میرے بیٹے سمرہ کو بھی اجازت دے دیجیے، وہ رافع کو ہرا سکتا ہے۔''

آپ ﷺ نے رافع اور سمرہ کی کُشتی کروائی۔ واقعی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو گرا دیا اور یوں آپ ﷺ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اجازت عطا فرما دی۔

(طبری، ج: ۳، ص: ۱۲)

جن کم عمر بچوں کو اِجازت نہیں ملی، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

۲۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

۳۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

۴۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

۵۔حضرت اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ

۶۔حضرت عرابہ بن اوس رضی اللہ عنہ

۷۔حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے قریب پہنچے تو منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی، جو ۳۰۰ آدمیوں کے ساتھ آیا تھا، یہ کہہ کر ۳۰۰ آدمیوں کو واپس لے گیا کہ آپ نے میری رائے نہیں مانی، ہم بلاوجہ کیوں اپنی جانیں ہلاکت میں ڈالیں۔ یہ جنگ نہیں ہے، اگر ہم اسے جنگ سمجھتے تو آپ لوگوں کا ساتھ دیتے۔

انھی لوگوں کے بارے میں سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر: ۱۶۷ نازل ہوئی، جس کا مفہوم یہ ہے:

''اور منافقین کو بھی دیکھ لیں اور اِن (منافقوں) سے کہا گیا تھا کہ 'آؤ اللہ کے راستے میں جنگ کرو یا دفاع کرو' تو انھوں نے کہا تھا کہ: 'اگر ہم دیکھتے کہ (جنگ کی طرح) جنگ ہوگی تو ہم ضرور آپ کے پیچھے چلتے'۔ اس دن (جب وہ یہ بات کہہ رہے تھے) وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں ہوتی اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتے ہیں۔''

معلوم کر لے جن سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یا کافروں کو ہٹاؤ تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم لڑائی جانتے ہوتے تو ضرور ساتھ دیتے، وہ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے بہت قریب تھے، اپنے منہ سے وہ باتیں بناتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔''

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ۷۰۰ صحابہ کرام رہ گئے، جن میں سو آدمی زرہ پوش تھے اور پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے، ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ایک حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کا۔

(طبری، ج:۳، ص:۱۲)

اسی طرح قبیلہ خزرج میں سے بنی سلمہ نے اور قبیلہ اوس میں سے بنی حارثہ نے بھی واپس جانے کا ارادہ کیا، لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ دونوں واپس نہیں ہوئے، انھی لوگوں کے بارے میں سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۲ نازل ہوئی، جس کا مفہوم ہے:

''یاد کرو اُس وقت کو جب تم لوگوں میں سے دو گروہوں نے ہمت ہار دی اور اللہ تعالیٰ ان کے مددگار تھے، اس لیے وہ واپسی سے محفوظ رہے اور تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

آپ شیخین نامی جگہ پر ہی تھے کہ سورج ڈوب گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مغرب کی اذان دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور رات کو سب نے یہیں قیام کیا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے تمام رات لشکر کی چوکی داری کی، وہ وقتاً فوقتاً لشکر کا چکر لگاتے اور واپس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ مبارک کا پہرہ دیتے۔

رات کے آخری حصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر شروع کیا۔

جب احد پہاڑ کے قریب پہنچے تو صبح کی نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اَذان کا حکم دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان و اِقامت کہی اور آپ ﷺ نے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فجر کی نماز پڑھائی۔

اس قسط سے ہم نے کیا سیکھا؟

''سیرت کہانی'' کی قسط نمبر (۵۸) میں جنگ احد سے پہلے کے چند اَحوال کا ذِکر ہے۔ ان حالات پر غور کرنے سے ہمیں درج ذیل ۱۳، اسباق حاصل ہوئے:

۱۔ بڑوں سے ان کی منشا اور چاہت کے خلاف کسی بات پر اِصرار نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ جب کوئی ہماری غلطی کا ہمیں احساس دلائے تو اُسے قبول کر لینا چاہیے اور اپنی کہی ہوئی نامناسب بات کو واپس لے لینا چاہیے۔

۳۔ جب کسی خیر کے کام میں مشورے کے بعد فیصلہ ہو جائے تو اُس فیصلے پر جم جانا چاہیے۔

۴۔ ہر کام کو سنت طریقے پر کرنے سے ہی کامیابی اور فتح مل سکتی ہے۔

۵۔ خیر کا کام کرنے میں بچہ ہونا رکاوٹ نہیں ہونا چاہیے۔

۶۔ بچوں کے نیک کاموں کو سراہنا چاہیے۔

۷۔ خیر کے کام میں باہم مقابلہ کرنا پسندیدہ ہے۔

۸۔ بڑے اگر بچوں کو کسی مصلحت سے بظاہر خیر کے کام سے روک دیں تو رُک جانا چاہیے۔

۹۔ مشورے میں اگر ہماری بات نہ مانی جائے تو اُس پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

۱۰۔ مشورہ اپنی رائے منوانے کے لیے نہیں دینا چاہیے۔

۱۱۔ نیکی کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ بُرائی سے بچنے کی قوت بھی وہی دیتا ہے۔

۱۲۔ سفر میں ہوش یار رہنا چاہیے، تاکہ مسافروں اور سامان کو کوئی نقصان نہ ہو۔

۱۳۔ سفر میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

......(جاری ہے)......

ذوقِ معلومات

یہ کیا ہے؟

یہ کُل پانچ اشارات ہیں۔ آپ ان کی مدد سے درست جواب تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔ اگر آپ ان اشارات کے ذریعے درست جواب تک پہنچ جائیں تو پُوچھا گیا جواب آخری صفحے پر موجود کوپن کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیجیے اور اَپنی معلومات کا انعام ہم سے پایئے۔ آپ کا جواب ۳۱، مئی تک ہمیں پہنچ جانا چاہیے۔

❶ آپ بنو عباس کے دور کے خلیفہ تھے۔
❷ آپ کے والد اور بھائی بھی بنو عباس کے نام وَر خلیفہ رہ چکے ہیں۔
❸ آپ کی مدت خلافت چار سال رہی۔
❹ آپ سیرت و کردار میں اپنے والد اور بھائی سے بہت مختلف تھے۔
❺ آپ اسلامی تاریخ کے دوسرے مقتول خلیفہ تھے۔

محمد ہانی رفیق۔ کراچی

بلاعنوان ۲۰۱

قانتہ رابعہ۔ گوجرہ

چھٹی کی وجہ سے فجر کی نماز اَدا کرنے کے بعد سب کو سونے کی اجازت تھی۔ کیا بچے اور کیا بڑے، سب ہی دوبارہ سو جاتے تھے، سوائے امی جان کے جو سب کی پسند کے ناشتے کا اہتمام کرتی تھیں۔

گھر چوں کہ چھوٹے سے قصبے میں تھا، جہاں کوئی بڑا مدرسہ نہیں تھا، اس لیے بچوں کو قریبی شہر کے اچھے مدرسے میں داخلہ دلوایا گیا اچھے مدرسے میں صرف پڑھائی ہی اچھی نہیں ہوتی، بل کہ کتابیں وغیرہ اور آنے جانے میں وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھا جاتا ہے۔

فجر کی نماز کے ساتھ ہی پورے گھر میں ہل چل مچ جاتی۔ گرمی ہو یا سردی، ہر بچے کو مدرسے تو جانا ہی ہے، یوں پیٹ بھر کے ناشتے کی خواہش دل ہی میں رہ جاتی اور ''رکشہ آ گیا، رکشہ آ گیا'' کے نعروں میں ساری آل اولاد، سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی گھر خالی کر دیتی۔ باقی تو سب اس ترتیب کے عادی ہو چکے تھے، بس سب سے چھوٹے برہان کو صبح صبح اٹھنا بہت مشکل لگتا تھا، وہ منہ بسورتا ہوا اُٹھتا، گرمیوں میں راتیں چھوٹی ہوتی ہیں، ادھر آنکھ لگی ادھر الارم سے آنکھ کھل گئی، پھر کبھی مچھروں کی یلغار اور کبھی بجلی کی بندش۔

سردیوں میں تو گرم گرم لحاف میں سے انگلی بھی باہر نکالنا مشکل تھا، کہاں کڑاکے کی سردی اور دُھند میں بستر سے اٹھنا، پھر منہ ہاتھ دھونا اور سب سے مشکل تو رکشے میں تیس چالیس منٹ تک بیٹھنا۔

کئی مرتبہ رکشے میں بیٹھتے ہی نیند کے جھونکے آتے۔ آنکھیں بند ہو جاتیں اور چند ہی لمحوں میں رکشے والے کی پاں پاں یا کسی دوسری گاڑی کے شور سے آنکھیں کھل جاتیں۔

اس کی صحت بھی دن بدن خراب ہوتی جا رہی تھی۔ سب بہن بھائی اپنی اپنی مثال دیتے اور یاد کرواتے:

''دیکھو منے! ہم بھی تو جاتے ہیں نا!''

بھیا سمجھاتے:

''یار! مجھے دیکھو، میں تو رات کے وقت واپس آتا ہوں۔''

بہترین عنوان تجویز کرنے پر 250، دوسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 150، تیسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 100 روپے انعام دیا جائے گا۔ ''بلاعنوان'' کے کوپن پر عنوان تحریر کر کے ارسال کریں۔
عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 31 مئی 2024 ہے۔
نوٹ: کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہ ہوگا۔

اس کے بعد اچھا مستقبل اور فائدے ہی فائدے گنوائے جاتے۔

برہان کے چھوٹے سے دماغ میں ساری باتیں نہیں آسکتی تھیں، لہٰذا رو دھو کر خود ہی چپ ہو جاتے۔

امی جان کے دل میں بھی بچوں کو ناشتے میں پراٹھے چائے وغیرہ، دینے کی خواہش، حسرت ہی رہتی۔

مدرسے جانے کے لیے بچے جلدی اٹھتے، لیکن خود تیار ہونے اور بستہ وغیرہ تیار کرنے میں ہی کم از کم گھنٹا لگ جاتا۔

مدرسے سے واپسی پر سب کے چہرے تھکے ہوئے ہوتے۔ جو ملتا کھا کر تھوڑی سی نیند لیتے، پھر کھیل اور پھر مدرسے کا کام، جسے مکمل کرنے میں رات کا اندھیرا پھیلنا شروع ہو جاتا۔

یہ چھٹی کی برکت تھی کہ منا برہان خوب سوتا اور اُس کی کھانے پینے کی ساری فرمائشیں پوری کی جاتیں۔ بس اس دن اس کے چہرے پر تھوڑی سی مسکراہٹ نظر آتی، وگرنہ تو سارا ہفتہ منہ بسورتے ہوئے گزر جاتا۔

اب تو خیر سے بھیا کا ''میڈیکل کالج'' میں داخلہ ہو گیا تھا۔ سب گھر والے بہت خوش تھے، بھیا کا ڈاکٹر بننا امی ابو کا ہی نہیں، پورے خاندان والوں کا خواب تھا۔

مبارک بادوں کا سلسلہ ختم ہوا تو دوبارہ سے وہی مصروفیات، روزانہ فجر سے پہلے اٹھنا، برہان کا ریں ریں کرنا، منہ بسورنا اور بددلی کے ساتھ جانا، سب کا اسے سمجھانا، چھٹیوں میں سیر کے لیے جانے کا لالچ، وغیرہ وغیرہ۔

پھر ایک دم سے برہان میاں کا مزاج بدلا، خوش خوش اٹھتے، ہنستے مسکراتے مدرسے روانہ ہوتے، واپسی میں بھی کوئی شکوہ شکایت نہیں۔

سب نے دانتوں تلے انگلیاں داب لیں۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے منے! تم اب تنگ نہیں کرتے مدرسے جاتے ہوئے۔'' ابو جی نے ایک دن اسے گود میں لے کر پیار کرتے ہوئے کہا۔

''برہان نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے ابو جی کی طرف دیکھا اور حیرت سے کہا:

''ابو جی! میری جماعت میں ایک بچہ عمار اسلم ہے، اس کا گھر ہمارے گھر سے بھی دور ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: یار تم تو بہت مشکل سے اٹھتے ہو گے نا!؟''

اس نے جواب دیا:

''نہیں بھئی، ہماری دادی جان نے ہمیں پہلے دن ہی سمجھا دیا تھا کہ جو علم دین حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو وہ جنت کے راستے پر چلتا ہے۔ زمین کے اندر چیونٹیاں، سمندر میں مچھلیاں، آسمان پر اُڑتے پرندے بھی اس کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور اُس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ بس تب سے میں بہت مزے میں رہتا ہوں۔ میری دادی جان کہتی ہیں: تمھاری تو موجیں ہیں عمار پتر! روز ہی جنت کے راستے پر جاتے ہو تو اُس میں کوئی دعا بھی یاد کرتے جایا کرو۔ مجھے روزانہ وہ آتے ہوئے دعا کے کچھ الفاظ سکھاتی ہیں، میں سارے راستے وہ دہراتا ہوا مدرسے پہنچ جاتا ہوں۔ پتا ہے، میں آتے ہوئے چالیس سے زائد دُعائیں یاد کر چکا ہوں۔ مجھے سب گھر والوں سے بہت شاباش ملتی ہے اور اچھی اچھی چیزیں بھی۔''

برہان، ابو جان کو اپنے دوست کی باتیں بتا رہا تھا اور ابو جان حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہ پیاری باتیں مجھے کیوں نہیں یاد آئیں۔ چلو، خیر اچھی بات جہاں سے بھی ملے بہت بڑا اِنعام ہوتی ہے۔'' انھوں نے دل ہی دل میں عمار اور اُس کی دادی جان کا اس اچھی بات پر شکریہ ادا کیا۔

زمین کی میخیں

غلام حسین میمن۔ حیدرآباد

مائیکل نے دفتر سے ایک ماہ کی رخصت لی۔ ہم ایک ساتھ گزشتہ تین سال سے ایک غیر ملکی کمپنی میں ملازمت کر رہے تھے۔ مائیکل ایجنٹ ہے اور اُس کا کام مشینوں سے ان جگہوں کی نشان دہی کرنا ہے جہاں تیل ہونے کا ذرا سا بھی امکان ہو، پھر مشین اور انسان سارا زور لگا کر وہاں سے تیل برآمد کر لیتے ہیں۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی ہوتا تھا، مگر میرا کام اس سے مختلف تھا۔

اس مرتبہ سالانہ چھٹیاں ملیں تو میں سمجھا کہ وہ یہ عرصہ اپنے ملک جا کر گھر والوں کے ساتھ گزارے گا، کیوں کہ میرا ابھی یہی ارادہ تھا کہ میں پاکستان میں اپنے گھر والوں کے ساتھ چھٹیاں گزاروں۔

”نہیں، میں گھر نہیں جا رہا۔“ مائیکل نے میرے پوچھے بغیر بتایا۔

”تو پھر کہاں کا ارادہ ہے؟“ میں نے تجسس سے پوچھا۔

”ایک سوال گزشتہ کئی دنوں سے میرے ذہن میں کلبلا رہا ہے کہ جب زلزلہ آتا ہے تو بڑی بڑی عمارتیں زمین پر ڈھے جاتی ہیں اور سیلاب کے زور کے آگے مضبوط سے مضبوط بند ٹوٹ جاتے ہیں تو پھر یہ پہاڑ کیوں زلزلے سے محفوظ رہتے ہیں۔“ مائیکل روانی میں کہہ رہا تھا۔ ”بس اسی وجہ سے ایک روز میں نے زمینی ساخت اور پہاڑوں سے متعلق تحقیق میں مصروف ایک ادارے سے خط و کتابت کی۔ انھوں نے میرے شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے بھی اس ٹیم میں شامل لیا ہے جو زمین کی ساخت سے متعلق جائزہ لینے کے لیے جلد ہی روانہ ہونے والی ہے۔ میں بھی اس ٹیم میں رہ کر بہت کچھ جاننے کی کوشش کروں گا اور واپس آ کر تمھیں حیرت ناک نتائج بتاؤں گا۔“ مائیکل جذباتی انداز میں کہہ رہا تھا۔ اس کے بعد ہم دونوں پھر کام مصروف ہو گئے۔

مقررہ تاریخ کو مائیکل رخصت پر چلا گیا۔ جانے سے قبل وہ مجھ سے ملنے آیا۔ میں نے اسے گلے لگاتے ہوئے رخصت کیا اور کہا:

”جب تم اپنے سوال کا جواب پا کر واپس آؤ تو مجھ سے ملنے سے پہلے اس لفافے کو کھول کر ضرور پڑھنا۔“

”کیا ہے اس میں؟“ اس نے بے تابی سے پوچھا۔

”جو بھی ہے، اپنے سفر سے واپسی پر پڑھنا۔ سفر پر جانے سے پہلے نہیں پڑھنا۔“

اس نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ مجھے الوداع کہا اور چلا گیا۔

میری روانگی اس کے جانے کے دو دِن بعد ہوئی۔ میری منزل پاکستان تھی،

جہاں میرے والدین اور رشتے دار میرے منتظر تھے۔ یہاں آ کر میں نے رشتے داروں اور دوستوں سے ملاقاتیں کیں اور فرصت کے لمحات میں زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھتا رہا، کیوں کہ کتابیں تنہائی کی بہترین ساتھی ہوتی ہیں۔ وقت کا پنچھی پَر لگا کر یوں اُڑا کہ مجھے ایک ماہ کے گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔

ایک بار پھر میں اپنی ملازمت پر موجود تھا۔ مائیکل کی واپس ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ یہاں آ کر پتا چلا کہ اس نے ایک ماہ کی مزید رخصت لے لی ہے۔ یہ عرصہ بھی گزر گیا تو ایک روز سفر کی تھکان لیے ہوئے وہ آ گیا۔ واپسی کے دوسرے دن میں نے اس سے پوچھا:

''کیسا رہا سفر اور کیا تمھیں سوال کا جواب ملا؟''

میں نے ایک ہی سانس میں دو سوال کر ڈالے تھے۔

''سفر بھی اچھا رہا اور جواب بھی مل گیا۔'' مائیکل کے انداز میں وہی جوش تھا جو سفر پر جانے سے قبل تھا۔ ''تمھیں یہ جان کر حیرت ہوگی۔'' اس نے کہنا شروع کیا۔

''پہلے یہ بتاؤ، میرا لفافہ کھول کر پڑھا تھا؟'' میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

''وہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔'' یہ کہہ کر اُس نے سفری بستہ میں ہاتھ ڈالا اور ڈھونڈ کر میرا دِیا ہوا لفافہ نکالا اور اُس میں موجود تحریر کو پڑھنے لگا۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے آہستہ آہستہ اس کے چہرے کا رنگ بدلتا ہوا دیکھا۔

''یہ کیسے ممکن ہے؟'' اس نے دانتوں میں انگلی دباتے ہوئے کہا۔

''یہ بات تو ابھی عام بھی نہیں ہوئی، تمھیں کیسے معلوم ہوگئی؟''

''یہ میں بعد میں بتاؤں گا، پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا؟'' میں نے کہا۔

''ہاں ہاں، میں ضرور بتاؤں گا، تاکہ تم بھی اپنے راز سے پردہ اُٹھاؤ۔ ہم زمین کی ساخت کو جانچنے کے لیے سمندر کی تہ تک گئے۔ ہم نے وہاں جا کر جہاں اور بہت سی حیرت ناک باتوں کا مشاہدہ کیا وہاں یہ بھی دیکھا کر زمین کے اندر پہاڑ کی جڑیں، مضبوطی سے پیوست ہیں، جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ نہ صرف خود مضبوطی سے کھڑے ہیں، بل کہ ان کی مضبوطی زمین کے استحکام کا بھی باعث ہے، لیکن میرے لیے یہ بات حیرت ناک ہے کہ یہ بات تم نے میرے سفر پر جانے سے قبل لکھ کر مجھے دی تھی اور جانے سے لے کر اَب تک تمھاری تحریر والا لفافہ میری دسترس میں رہا، پھر تمھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟''

میں نے اسے یہ لکھ کر دیا تھا کہ ''پہاڑ زمین پر گڑے ہوئے ہیں اور یہ زمین کی حفاظت کا باعث بھی ہیں'' اور آج وہ اس کی وضاحت معلوم کر رہا تھا۔ میں نے جواب دینے سے پہلے ہلکی سی مسکراہٹ کا سہارا لیا اور کہا:

''میرے دوست! یہ بات تو ہمیں آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہمارے نبی ﷺ نے بتائی تھی جو اُن پر وحی کے ذریعے نازل ہوئی تھی۔

''اس کا ثبوت؟'' اس نے بے تاب ہو کر جلدی سے سوال کیا۔

''ہاں ہے، ابھی لاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر میں اندر گیا اور قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ لایا۔ مائیکل کے سوال کے جواب میں، میں نے اسے سورۃ النبآء کی آیت نمبر 7 دکھائی، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: ''ہم نے پہاڑوں کو میخیں بنا دیا (انھیں زمین میں گاڑ دیا)۔ دوسری آیت سورۂ نحل: 15 ہے، جس کا ترجمہ ہے:

''اُس نے زمین پر پہاڑ رکھ دیے، تاکہ تمھیں لے کر کہیں جھک نہ جائے۔''

مائیکل غور سے ان آیات کا ترجمہ پڑھ رہا تھا اور حیرتوں کے سمندر میں غوطے لگا رہا تھا، جو ہمارے رسول ﷺ پر آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے نازل ہوئی تھیں اور اُن پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

میں پُرامید تھا کہ اب اس کی آنکھوں کے سامنے سے کفر کا پردہ بھی ہٹ جائے گا، ان شاءاللہ!

سیدہ فاطمہ طارق۔ کراچی

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب۔

آپ ﷺ نے آپ ؓ کو ابوالحسن اور ابوتراب کی کنیت سے مخاطب فرمایا۔ آپ ؓ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ حضرت علی ؓ، آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے اور داماد بھی، یعنی حضرت فاطمہ ؓ کے شوہر تھے۔

آپ ؓ میانہ قد تھے۔ دوہرا بدن، سر کے بال کسی قدر اُڑے ہوئے۔ باقی تمام جسم پر بال اور لمبی گھنی داڑھی۔ گندم گوں تھے۔

خصوصیات:

حضرت علی ؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپ نے ابتدا سے ہی کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ آپ ﷺ نے جب مکے سے مدینے ہجرت کی تو حضرت علی ؓ کو مکے میں اس لیے چھوڑ گئے کہ تمام امانتیں لوگوں کو پہنچا دیں۔ آپ ﷺ کے اس حکم کی تعمیل کے بعد آپ ؓ بھی مدینے ہجرت فرما گئے۔ سوائے جنگ تبوک کے، تمام لڑائیوں میں حضرت علی ؓ، آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ جنگ تبوک کے لیے جاتے وقت حضرت علی ؓ کو آپ ﷺ مدینے کا عامل، یعنی اپنا قائم مقام بنا گئے تھے۔ جنگ احد میں حضرت علی ؓ کے جسم مبارک پر سولہ زخم آئے تھے۔ جنگ خیبر میں آپ ﷺ نے جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیا تھا اور پہلے سے فرما دیا تھا کہ خیبر (حضرت) علی (ؓ) کے ہاتھوں فتح ہوگا۔

حضرت علی ؓ کو اپنا نام ابوتراب بہت پسند تھا۔ جب کوئی شخص آپ کو اِس نام سے پکارتا تو آپ ؓ بہت خوش ہوتے تھے۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک روز آپ ؓ حضرت فاطمہ ؓ سے کسی وجہ سے ناراض ہوکر مسجد میں آئے اور وہیں سو گئے۔ آپ ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ صلی ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور آپ ؓ کو اُٹھایا۔ آپ ﷺ ان کے جسم سے مٹی پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ ”ابو تراب! اٹھو“۔

فضائل:

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب آپ ﷺ نے (حضرت) علی (ؓ) کو مدینے میں رہنے کا حکم دیا تو (حضرت) علی (ؓ) نے کہا کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ میں تمھیں اس طرح چھوڑ کر جا رہا ہوں جس طرح (حضرت) موسیٰ (ؑ) نے (حضرت) ہارون (ؑ) کو چھوڑا تھا۔ ہاں، اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(بقیہ: صفحہ نمبر 25 پر)

شازیہ فرحین۔ کراچی

غیور قوم

"ایک آلو کا پراٹھا۔"

بلال نے آرڈر دِیا اور پیسے بڑھائے۔

"جوس اور بوتل بھی؟" ہوٹل والے نے پوچھا۔

"کیا قومی بوتل اور جوس ہے آپ کے پاس؟" بلال نے پوچھا۔

"نہیں نہیں، وہ کوئی نہیں پیتا، یہ ہے ہمارے پاس۔" یہ کہتے ہوئے ہوٹل والے نے نام نہاد غیر ملکی مشروبات کی طرف توجہ دلائی۔

"کیا آپ اب بھی یہ سب کچھ بیچ رہے ہیں!؟" بلال نے حیرت سے ہوٹل والے کو دیکھا۔

"میرا آرڈر ختم کر دیں اور واپس کریں میرے پیسے۔ میں ایسی دکان سے کوئی چیز لینا پسند نہیں کرتا۔" بلال نے غصے سے کہا۔

اردگرد کرسیوں پر بیٹھے لوگ، جو کھانے پینے میں مصروف تھے، بلال کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"جناب! آپ کو عجیب نہیں لگتا اسرائیلی مشروبات فروخت کرتے ہوئے۔ آپ سب کے علم میں ہے کہ ہمارے فلسطینی بھائی بہن کس قدر مشکل میں ہیں۔ نسل کشی کی مہم جاری ہے، ہر طرف بارود ہی بارود ہے۔ مظلوموں کی آہ و بکا ہے۔ ننھے معصوم بچوں کی لاشیں ہیں۔ بھوک اور پیاس سے تڑپتے انسان ہیں۔ ہم کیوں اتنے بے رحم اور اِتنے بے حس ہو گئے ہیں، مسلمان تو ایک جسم کی طرح ہیں، پھر ہم کیوں ان کی تکلیف محسوس نہیں کر رہے۔" بلال جذبات کی رو میں بولتا جا رہا تھا۔ ہوٹل والے کا سَر جھکا ہوا تھا۔ اردگرد کے لوگ بھی کچھ کچھ شرمندہ تھے۔ جن کے ہاتھوں میں مشروبات تھے، وہ بھی چور نظروں سے بلال کو گھور رہے تھے۔

"جناب! قومی مشروبات بھی بازار میں موجود ہیں۔ آپ چاہیں تو وہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ مانتا ہوں کہ اس میں آپ کا نقصان ہو سکتا ہے، مگر یہ نقصان کے نقصان سے بڑھ کر نہیں ہے۔"

بلال نے یہ کہتے ہوئے اپنے پیسے لیے اور آگے بڑھ گیا۔

دوسری اور تیسری دکان کا بھی یہی حال تھا۔ آگے بڑھ کر بیکری کی طرف گیا تو وہاں بھی اسرائیلی کمپنیوں کے چپس اور مشروبات سجے ہوئے تھے۔

بلال نے ایک آہ بھری اور گھر آ گیا۔
''امی مجھے ایک پراٹھا بنا دیں۔'' بلال نے سنجیدگی سے کہا۔
''تم تو آلو بھرا پراٹھا لینے گئے تھے؟'' امی نے پوچھا۔ جواب میں بلال نے پوری داستان سنا ڈالی۔
''امی! ہم مسلمان اتنے بے حس کیوں ہیں؟ کیا ہم نے اپنی دینی غیرت پر سودے بازی کر لی ہے۔ کوئی ایک شخص اس میں ملوث ہوتو اُسے روکیں بھی، لیکن یہاں تو اکثریت کا حال بُرا ہے۔'' بلال کا چہرہ شدت جذبات سے سرخ تھا۔
امی نے اسے پراٹھا بنا کر دیا اور پھر گھر کا سودا سلف لینے اس کے ساتھ چل دیں۔
یہاں کا حال بھی بُرا تھا۔ ہر چیز کا متبادل موجود تھا، مگر لوگوں کی اکثریت معیار پر سمجھوتا کرنے پر راضی نہ تھی۔ بلال کی ٹوکری کے برابر والی ٹوکری پر مکھن، صابن، ٹشو پیپر، بوتلیں، غرض اِکّا دُکّا کے علاوہ ہر ہر چیز غیر ملکی تھی۔ بلال سے رہا نہ گیا، وہ دھیرے سے بولا:
''انکل! غزہ کا حال بہت بُرا ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ غیر ملکی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔'' بلال کے لہجے میں گہرا دَرد تھا۔
جواب میں ان انکل نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر یہ جا وہ جا۔
''غزہ کے لوگ بھی ہماری طرح مسلمان ہیں، یہودیوں نے ان سے گھر وغیرہ سب چھین لیا ہے۔ طاقت کے زور پر وہ بے لگام ہو گیا ہے۔ ان کی مصنوعات خرید کر ہم کیوں اس ازلی دشمن کو مضبوط کر رہے ہو۔ آپ کو پتا ہے نا! قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے، اسی طرح ہماری تھوڑی سی کوشش فلسطینیوں کے لیے روشنی کا دِیا بن سکتی ہے۔'' بلال ایک جذب کے عالم میں بولتا چلا جا رہا تھا۔ بہت سے لوگ اپنی ٹوکریوں سے غیر ملکی مصنوعات نکال رہے تھے۔
کچھ لوگ اس کی پیٹھ تھپتھپا رہے تھے اور پھر بلال نے بہت سے لوگوں کو بہت سی چیزوں کے متبادل بتائے۔ لوگوں نے اس کی بات کو توجہ سے سنا اور بہت سے لوگ اس کے اخلاص سے مرعوب ہوئے۔ وہ بھاگ بھاگ کر لوگوں کو قومی مصنوعات لا کر دے رہا تھا۔

''ہم پاکستانی، فلسطین سے بہت محبت کرتے ہیں۔ ہمارا قبلہ اول فلسطین میں ہیں، فلسطین انبیا کی سرزمین ہے۔ ہمارے فلسطینی بھائی تن تنہا مسجد اقصیٰ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔
فلسطینی ایک ایسی قوم ہے جو جھکنا اور بکنا نہیں جانتی۔ اسلام پر مر مٹنا ان کی زندگی کا شعار ہے۔ قرآن ان کا ہم دم اور ساتھی ہے۔ ان کا اللہ پر توکل اس قدر گہرا ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ بہت سے کافر اُن کے کردار کو دیکھ کر مسلمان ہو رہے ہیں تو پھر ہم مسلمان کیوں ان کا ساتھ نہیں دے رہے اور اُن کا احساس نہیں کر رہے۔'' بلال کے لہجے میں کرب اور اِحتجاج تھا۔
''ہمیں اپنے آپ کو بدلنا ہو گا اسلام کی بقا کی خاطر۔'' بلال نے یہ کہتے ہوئے اپنی گفتگو سمیٹی اور باہر نکل آیا۔ درد دِل رکھنے والوں کی نظریں دور تک اس کا پیچھا کرتی رہیں۔
واپسی پر امی کو ہسپتال سے اپنی رپورٹ وصول کرنی تھی، اسی لیے ان کا رُخ جنرل ہسپتال کی طرف تھا۔
کچھ دیر کی مسافت کے بعد وہ ہسپتال میں تھے۔ امی اندر چلی گئیں۔ وہ انتظار گاہ میں بیٹھ گیا۔ وہاں پر بھی اس کے لیے بہت سے مناظر تکلیف دہ تھے۔ ایک چھوٹا سا بیمار بچہ اسرائیلی نام نہاد کمپنی کے چپس کھا رہا تھا۔
''آنٹی! یہ چپس اسے نہ کھلائیں۔'' اس سے رہا نہ گیا تو بول پڑا۔
''غزہ جل رہا ہے، اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔'' خاتون نے فوراً ہی بچے کے ہاتھ سے چپس لے لیے اور بسکٹ کا پیکٹ اسے تھما دیا۔
''شکریہ!'' خاتون نے شرمندگی سے کہا اور آگے بڑھ گئی۔
بلال زیرِ لب بڑبڑا رہا تھا:
''اے غیور قوم! سلام ہے تجھ پر، تیرے مجاہدین پر، تیری دھرتی پر، تیرے صبر پر، تیری استقامت پر۔''
فلسطینیو! آپ سب تو کام یاب ہو گئے، فکر تو ہمیں اب اپنی کرنی ہے۔''

دس سال سے زائد عمر کے بچوں کے لیے

انعم توصیف۔ کراچی

۲۱ انو منو کا دستر خوان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پیارے بچو! عید تو آپ سب کی مزے مزے کی چیزیں کھا کر گزری ہوگی اور عیدی بھی آپ نے خوب جمع کر کے اپنی من پسند چیزیں خریدی ہوں گی۔ اچھا، یہ تو بتائیں کہ انو منو نے عید کے حوالے سے جو ترکیب آپ کو سکھائی تھی، وہ آپ لوگوں نے آزمائی یا نہیں؟

اگر ابھی تک نہیں آزمائی تو اب آزما لیجیے۔ ہمیں جیسے کھانا کھانے کا شوق ہوتا ہے، ویسے ہی کھانا پکانے کا بھی شوق ہونا چاہیے۔

میں ہمیشہ کہتی ہوں کہ کھانا پکانا ایک ہنر ہے اور کوئی نہ کوئی ہنر ہم سب کو ہی آنا چاہیے، پھر کھانا تو ایسی چیز ہے، جس کی انسان کو ہمیشہ ہی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان سب سے زیادہ محنت کھانے پینے کے لیے ہی کرتا ہے تو جس چیز کے لیے محنت کی جائے، اسے پکا کر اچھے انداز سے کھانا چاہیے، تاکہ پیٹ کے ساتھ دل بھی خوش ہو اور خوش ہو کر خوب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اللہ ہم سب کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین!

اب چلتے ہیں، اس ماہ کی ترکیب کے اجزا کی جانب۔

اجزا:

مرغی کا گوشت	ایک پاؤ
میکرونی	آدھا پاؤ
شملہ مرچ	ایک عدد
مایونیز	ایک پیالی
نمک	حسبِ ذائقہ
کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
چکن پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
تیل	حسبِ ضرورت
مانڈا پٹی	ایک پیکٹ
آٹا	حسبِ ضرورت

ترکیب:

اب تو آپ انو منو کے کہنے سے پہلے ہی سمجھ جاتے ہوں گے کہ انو منو کیا کہنے والی ہے؟ پھر بھی آپ کو بتا دیتی ہوں، وہ یہ کہ چلیے، بسم اللہ پڑھ کر اور ہاتھ دھو کر اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ انو منو اِس بات کو بار بار کیوں دہراتی رہتی ہے؟

پیارے بچو! نیکی کی بات کو بار بار دُہرانے سے اس نیکی کی عادت پختہ ہوجاتی ہے۔ آپ میں سے اگر کوئی ایک بھی اس نیکی پر عمل کرے گا تو اِن شاءاللہ! اس کا ثواب انو منو کو بھی ملے گا، اس لیے ثواب کمانے کا موقع کیوں کر گنوایا جائے!

ایک پتیلی لے کر اُس میں مرغی کا گوشت اُبال لیجیے۔ مرغی کا گوشت بغیر ہڈی والا لینا ہے۔ اس سے ہمیں آسانی ہوگی۔ یہاں ایک گُر بتاتی ہوں۔ بغیر ہڈی کا گوشت تھوڑا مہنگا ملتا ہے تو انو منو تو یوں کرتی ہے کہ گھر میں جب بھی ہڈی والا مرغی کا گوشت آتا ہے، اس میں سے بغیر ہڈی والی بوٹیاں علاحدہ کرکے رکھتی رہتی ہے۔ جب گوشت کی ایک مناسب تعداد ہو جاتی ہے تو اُس سے مزے مزے کی چیزیں بناتی ہے۔ آپ بھی اس ترکیب کے لیے اس طرح کر سکتے ہیں۔

اب دوسری طرف ایک پتیلی میں پانی اُبلنے کے لیے رکھ دیجیے۔ جب پانی اُبل جائے تو اُس میں تیل اور تھوڑا سا نمک ڈال کر میکرونی شامل کر دیجیے۔

مرغی کا گوشت اُبلنے میں تھوڑا وقت لگے گا، لیکن میکرونی جلدی اُبل جائے گی۔ اتنے وقت میں، ہم شملہ مرچ کو باریک باریک کاٹ لیں گے۔ بس اس بات کا دھیان رکھیے گا کہ شملہ مرچ کاٹتے ہوئے کہیں آپ کا ہاتھ نہ کٹ جائے۔

کسی چمچ سے دھیان سے ایک میکرونی اٹھا کر دیکھیے۔ اگر نرم ہو چکی تو چولھا بند کرکے کسی چھلنی میں چھان لیجیے، تاکہ پانی علاحدہ ہو جائے اور فوراً ہی اسے نل کے پانی کے نیچے رکھ دیجیے۔ اس سے میکرونی آپس میں چپکے گی نہیں، بل کہ الگ الگ رہے گی۔

جب مرغی کا گوشت گل جائے تو اُسے پتیلی سے نکال کر اُس کا درجۂ حرارت کم ہونے کا انتظار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں۔ اب مرغی کے گوشت کے باریک باریک ریشے کرکے، اس میں میکرونی، شملہ، کالی مرچ، حسبِ ذائقہ نمک، چکن پاؤڈر اور مایونیز شامل کرکے آمیزہ تیار کر لیجیے۔ اس آمیزے کو ذرا سا چکھ کر دیکھیے، نمک کم ہو تو اور ڈال لیجیے، لیکن زیادہ ہو تو پھر کیا کریں گے؟ ایسی ترکیبوں میں نمک زیادہ ہو جائے تو کھانے کا سارا مزہ ہی خراب ہو جاتا ہے، اس لیے ہمیشہ نمک تھوڑا کم ہی ڈالیے، کیوں کہ نمک کم ہو تو چکھ کر اور ڈالا جا سکتا ہے، لیکن زیادہ ہو جائے تو آسانی سے کم نہیں ہوتا۔ اس کا بھی ایک گُر ہے۔ وہ پھر کبھی بتاؤں گی، ان شاءاللہ!

اب ایک پیالی میں تھوڑا سا آٹا لے کر اُس میں پانی شامل کرکے لئی بنا لیجیے۔ اس لئی کا کیا کرنا ہے؟ یہ ابھی آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

مانڈا پٹی کے پیکٹ کو کھول کر اُس میں سے ایک پٹی نکال کر اُسے لمبائی میں رکھ لیجیے۔ اب اس کے کونے پر ایک کھانے کا چمچ، تیار کردہ آمیزہ ڈال دیجیے۔ اب اس پٹی کو گول گول گھما کر رول بنا لیجیے اور آخر میں آٹے کی لئی کو کنارے پر لگا دیجیے۔ رول کے اوپر اور نیچے کے حصے پر بھی لئی لگا کر اُنھیں بند کر دیجیے۔ اس طرح تمام رول تیار کیجیے۔

یہ رول آپ تیار کرکے فریزر میں رکھ سکتے ہیں۔ اچانک کوئی مہمان آجائے یا پھر کبھی آپ کے گھر میں ہی کسی کو بھوک لگے تو جلدی سے انھیں تل کر اُن کے سامنے پیش کیجیے۔ پہلے ذرا کڑاہی میں تیل اچھی طرح گرم کیجیے۔ اب احتیاط سے اس میں تین چار رول ایک ایک کرکے ڈالتے جایئے۔ کڑاہی میں جتنی گنجائش ہو بس اتنے ہی رول ڈالیے گا۔

ایک طرف سے سنہرا رنگ آجائے تو رول کو دوسری جانب پلٹ دیجیے۔ اس کام کے لیے کسی بڑے کی مدد لازمی لیجیے اور اُنھیں یہ کام کرتے ہوئے دیکھیے۔ اس طرح آپ بھی احتیاط کے ساتھ تلنے کا کام سیکھ جائیں گے، ان شاءاللہ!

جب دونوں جانب سے سنہرا رنگ آجائے تو تمام رول نکال ایک چھلنی میں نکال کر، چھلنی کے نیچے ایک پلیٹ رکھ دیجیے۔ اس سے زائد تیل پلیٹ میں آجائے گا۔ دو سے تین منٹ بعد رول کسی صاف ستھری پلیٹ میں نکال کر رکھیے۔ ساتھ ہی ایک پیالی میں ٹماٹو کیچپ نکالیے اور گھر والوں کے سامنے پیش کیجیے۔ اس کے ساتھ اگر چائے بھی بنالی جائے تو مزہ دوبالا ہو جائے گا، ان شاءاللہ!

آپ سب کو یہ ترکیب ضرور پسند آئے گی، ان شاءاللہ!

ترکیب آزمایئے، خود بھی کھایئے، اوروں کو بھی کھلایئے اور انو منو کو دُعائیں دیتے جایئے۔ ملتے ہیں اگلے ماہ ایک مزے دار، لیکن آسان ترکیب کے ساتھ، ان شاءاللہ!

☆صورت بغیر سیرت کے ایک پھول ہے، جس میں کانٹے بہت اور خوش بُو بالکل نہیں ہوتی۔

☆اخلاق کا اچھا ہونا اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے۔

☆آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے آگے بیان کردے۔

(میکائیل بن محمد فراز۔کراچی)

☆جھگڑوں میں کودنا انتہائی آسان ہے، لیکن ان سے نکلنا انتہائی مشکل ہے۔

☆سچ بولنے والے کی زبان نہیں لڑکھڑاتی۔

☆نیکی کی طرف بلانے والے کا ثواب نیکی کرنے والے کے برابر ہوتا ہے۔

☆حق پر چلنے والے کے لیے یہ مشکل ہوتی ہے کہ اکثر وہ تنہا ہ جاتا ہے۔

(یمنیٰ اشتیاق۔کراچی)

☆جو کچھ مانگنا ہو اپنے رب سے مانگیے، جو واپسی کا تقاضا نہیں کرتا۔

☆انسان ہو کر ایسے کام مت کیجیے جن سے انسانیت کا دامن داغ دار ہو۔

☆ضرورتیں کم کرلی جائیں تو راحت ملتی ہے۔

☆وقت کے انتظار میں وقت ضائع کرنے والا سب سے بڑا احمق ہے۔

(رمیصاء۔رحیم یار خان)

☆اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے۔

☆دل کو منور کرنا ہو تو غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

☆دولت اس کی نہیں ہوتی جو حاصل کرتا ہے، بل کہ اس کی ہوتی ہے جو سلیقے سے خرچ کرتا ہے۔

(نازیہ۔اسلام آباد)

☆مصیبتیں سچی خوشی کا پیش خیمہ ہیں، اس لیے انھیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔

☆نیک انسان سب کچھ چھوڑنا گوارا کرلیتا ہے، لیکن خداوند کریم کی محبت اور فرماں برداری نہیں چھوڑتا۔

(حسان شاہد۔امریکا)

☆بنی ہوئی راہ پر چلنے والے سب ہی ہوتے ہیں، پَر دوسروں کے لیے راہ بنانے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

☆انصاف، برائیوں کو روکتا ہے۔

☆انسان کی پہچان اچھا لباس نہیں، بل کہ اچھے اخلاق ہیں۔

(محمد شریف۔بنگلہ دیش)

☆جھوٹ بول کر جیت جانے سے سچ بول کر ہار جانا بہتر ہے۔

☆نعمت کا ملنا آزمائش ہے کہ ہم شکر کرتے ہیں یا ناشکری۔

☆اعتماد وہ نازک شیشہ ہے جو ایک مرتبہ ٹوٹ جائے تو پھر نہیں جڑتا۔

(محمد ساجد۔اومان)

غلط فہمی

کنیز باھو۔ سرگودھا
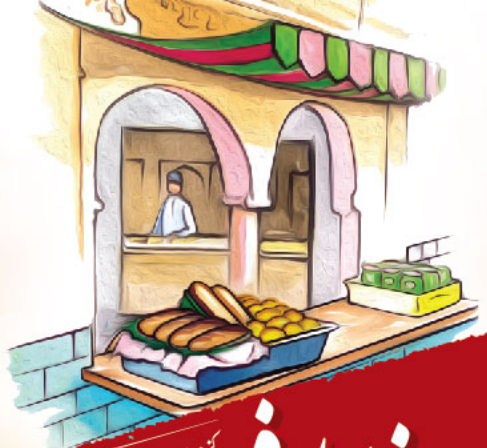
ابو گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صحن میں کافی شور تھا، علی کی دونوں بڑی بہنیں آپس میں جھگڑ رہی تھیں اور علی پاس کھڑا سب دیکھ رہا تھا۔ ابو نے بڑی بہن فضا کو مخاطب کر کے پوچھا:

''فضا! بیٹی! کیا بات ہے؟ آپ اتنی غصے میں کیوں ہیں؟''

فضا، ابو کی بات سن کر رونے لگ گئی، جب کہ حرا پریشانی کے عالم میں بار بار اُس سے معافی مانگ رہی تھی۔

پھر ابو نے حرا کو مخاطب کر کے پوچھا:

''حرا بیٹی! پہلے آپ بتائیں کہ کیا معاملہ ہے؟ جھگڑا کس بات پر ہوا۔''

''ابو! باجی کو غلط فہمی ہوگئی ہے بس۔''

حرا نے ابو کو بتاتے ہوئے کہا۔

''کیسی غلط فہمی؟''

ابو نے پھر پوچھا۔

''ابو! کل شام کو میری سہیلی مجھ سے ملنے آئی تھی۔ میں نے اس سے اپنی جماعت کے متعلق گفتگو کی ہے۔ آپی اس وقت وہاں موجود نہیں تھیں۔ آپی کو لگ رہا ہے کہ میں نے اپنی سہیلی کے سامنے ان کی بُرائیاں کی ہیں، جب کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ بتائیں، کیا میں ایسا کر سکتی ہوں؟''

ابو نے ساری بات سن کر فضا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''فضا بیٹی! آپ کو ایسا کیوں محسوس ہوا کہ حرا نے اپنی سہیلی کے سامنے آپ کی برائی کی ہے۔ بیٹا! ہو سکتا ہے آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔ حرا تو آپ کی بہن ہے، آپ سے بہت پیار کرتی ہے، وہ بھلا ایسا کیوں کرے گی؟''

فضا ابو کی بات سن کر مزید رونے لگی اور کہنے لگی:

''ابو! بس مجھے کہیں سے پتا چلا ہے کہ فضا نے اپنی سہیلی سے میری بُرائیاں کی ہیں۔ میں اب فضا سے کبھی بات نہیں کروں گی۔''

''بیٹا! کیا پتا آپ سے کسی نے غلط بیانی کی ہو؟ بغیر تحقیق کیے کسی کی بات پر یقین کر کے اپنوں سے بدگمان نہیں ہوا کرتے۔ بدگمانی بُری بات ہے، جس سے رشتوں میں دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے۔ بیٹی! آپ سے کس نے کہا کہ فضا نے ایسا کیا ہے؟''

فضا نے پھر ابو کو ساری بات بتائی۔

''ابو! حرا کی سہیلی کے ساتھ میری ایک پرانی سہیلی بھی آئی تھی، جو وہاں بیٹھ کر اِن دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ میں وہاں نہیں تھی۔ جب وہ آج صبح مجھے اسکول میں ملی تو اُس نے مجھے سب بتایا۔ ابو مجھے سن کر بہت دکھ ہوا۔''

یہ سن کر حرا کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا اور وہ سر پکڑتے ہوئی بولی:

''اوہ! ارم، فضا آپی! آپ نے ارم کی بات پر یقین کر لیا؟''

فضا غصے سے چیختے ہوئے بدتمیزی سے بولی:

''تم اپنی غلطی قبول کرو، ارم نے جو دیکھا بس وہ مجھے بتایا۔''

حرا نے ابو کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

''ابو! میں آپ کو بتاتی ہوں پوری بات، مجھے معلوم نہیں تھی کہ معاملہ اتنا بگڑ سکتا ہے۔

ابو! ارم ہم دونوں بہنوں کے اتفاق اور محبت کو دیکھ کر حسد میں مبتلا ہے۔ وہ آپی کی سہیلی ہے، اس وجہ سے میں نے آپی کو وقت پر سب کچھ بتا کر آگاہ نہیں کیا، میں نہیں چاہتی تھی کہ ان دونوں کی دوستی خراب ہو۔''

ابو نے معاملہ سلجھاتے ہوئے کہا:

"بیٹا! آپ کھل کر کہیں کیا بات ہے۔ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں آپس میں بڑی غلط فہمیاں پیدا کر دیتی ہیں۔ آپ فکر نہ کریں، سب ٹھیک ہو جائے گا، ان شاءاللہ!"

حرا کو بہت حوصلہ ملا اور اُس نے پُرسکون لہجے میں کہا:

"ابو! بات یہ ہے جب دو دِن پہلے میری اچانک اسکول کینٹین پر اِرم سے ملاقات ہوئی تھی تو اُس نے آپی کو بہت بُرا بھلا کہا تھا اور آپی کو جو میں نے گھڑی کا تحفہ دیا تھا، اس کے متعلق بھی اس نے بہت غلط باتیں کی تھیں کہ آپی اپنی جماعت میں سب کو بتا رہی تھیں کہ میں نے انھیں جو گھڑی ہدیہ کی ہے وہ بہت بے کار اور سستی سی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری آپی ایسی بات نہیں کہہ سکتیں، اس لیے میں نے ارم کی ساری باتیں ایک کان سے سن کر دُوسرے سے نکال دیں۔"

حرا کی بات سن کر فضا حیرت سے بولی:

"گھڑی کا تو میں نے جماعت میں ارم کے سوا کسی کو نہیں بتایا تھا اور وہ دکھائی بھی صرف ارم کو تھی۔ وہ دیکھ کر اِرم کا منہ بن گیا تھا۔ اس وقت مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ شکر ہے، اب سب واضح ہو گیا ہے۔"

پھر اُس نے حرا کو گلے لگا کر کہا:

"میری پیاری بہن! مجھے معاف کر دو، مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی۔"

ابو نے حرا کو سراہتے ہوئے کہا:

"شاباش حرا! آپ نے سمجھ داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ کسی تیسرے کو اپنے درمیان اختلافات پیدا کرنے کا موقع نہیں دیا" اور فضا کو سمجھاتے ہوئے کہا:

"فضا بیٹی! اس دنیا میں اپنے پیاروں کے ساتھ خوش رہنے کے لیے ان کے ساتھ محبت کے علاوہ دنیا کو سمجھ کر چلنا بھی بہت ضروری ہے۔ آپ کے ساتھ آپ کے خاندان سے بڑھ کر کوئی مخلص نہیں ہوتا۔ کسی دوست کی خاطر اپنے بہن بھائیوں کو تکلیف نہ دیں، بل کہ سب کو اُن کے مقام کے اعتبار سے محبت دیں اور حکمت عملی سے چلیں۔ امید ہے، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

فضا کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ اس نے اپنی غلطی سے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔

سوال آدھا، جواب آدھا (۵۴) کے درست جوابات

① ان سورتوں کے لیے جن میں آیات کی تعداد 100 سے کم ہو۔
② آندھی کی شکل میں۔ ③ قصیدہ۔ ④ یثرب۔
⑤ یہ تیسرے مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دورِ حکومت میں رائج پیمائش کا ایک پیمانہ تھا، جو 36 انچ کے بجائے 35 اِنچ کے برابر ہوتا تھا اور اِس کی مدد سے صرف لکڑی کی پیمائش کی جاتی تھی۔
⑥ بنگلہ دیش۔ ⑦ میرا وطن!
⑧ اس علم میں جان داروں کے قدرتی ماحول سے تعلق اور اُن کے باہمی تعلقات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

ذوقِ معلومات (۹۷) کا درست جواب

☆ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

دماغ لڑائیے، انعام پائیے کا درست جواب

☆ 3 اور 8

تعلیمی کھیل ④ کا درست جواب

پاکستان کھجور پیدا کرنے والا دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے۔ کھجور کو دُنیا کا سب سے صحت مند پھل کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ پھل غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے۔ اسے خشک میوہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا ذائقہ میٹھا اور دِل کش ہوتا ہے۔ اس میں دوسرے میوہ جات کی بہ نسبت کیلوریز کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ اس سے روزہ افطار کرنا حضور ﷺ کی سنت ہے۔ رمضان میں اس کی خرید و فروخت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے ضلع خیر پور سے تقریباً 30 ممالک میں کھجور برآمد کی جاتی ہے۔

سوال آدھا جواب آدھا ۵۵

الطاف حسین۔ کراچی

اس کھیل میں چند جملے ہیں، ہر جملہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں کچھ معلومات دی گئی ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں اسی طرح کی معلومات آپ سے پوچھی گئی ہیں۔ آپ مطلوبہ معلومات ہمیں ۳۱ مئی تک ارسال کر دیجیے، ہم آپ کو اِس کا انعام روانہ کر دیں گے۔ ایک سے زیادہ درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے تین قارئین کرام کو اِنعام سے نوازا جائے گا۔ کوپن پُر کر کے ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔

۱ قرآن مجید میں ہر رکوع کے اختتام پر حاشیے پر ایک بڑا سا ''ع'' لکھا ہوتا ہے۔ اس ''ع'' کے نیچے لکھا گیا عدد، پارے کا رکوع نمبر ظاہر کرتا ہے...... بتائیے ''ع'' کے اوپر لکھا گیا عدد کیا ظاہر کرتا ہے؟

۲ انبیائے کرام علیہم السلام میں ''حُسن'' کے حوالے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال دی جاتی ہے...... بتائیے ''صبر'' کے حوالے سے کون سے نبی علیہ السلام کی مثال دی جاتی ہے؟

۳ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ولید تھا...... بتائیے شیرِ میسور فتح علی ٹیپو سلطان کے والد کا کیا نام تھا؟

۴ اسلامی ملک مراکش میں مسلمان آبادی کا تناسب 99 فی صد ہے...... بتائیے اسلامی ملک قطر میں مسلمان آبادی کا تناسب کتنے فی صد ہے؟

۵ ''جدّہ'' کو سعودی عرب کی عالمی شہرت یافتہ بندرگاہ کا اعزاز حاصل ہے...... بتائیے ''چٹا گانگ'' کس ملک کی بندرگاہ ہے؟

۶ پاکستان کے شہر ''کوئٹہ'' کا قدیم نام ''شال کوٹ'' تھا...... بتائیے ''ساہیوال'' کو ماضی میں کیا کہا جاتا تھا؟

۷ ''برومیم'' (Bromium) ایک کیمیائی عنصر ہے۔ اسے کیمیائی علامت ''Br'' سے ظاہر کیا جاتا ہے...... بتائیے ''Cr'' کس کیمیائی عنصر کی مخصوص علامت ہے؟

۸ ''گُل شَبُّو'' ایک پھول کا نام ہے، جو صرف رات کے وقت خوش بُو دیتا ہے...... بتائیے ''گُل خیرو'' کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۹ ''بندر کیا جانے ادرک کا سواد'' اردو زبان کی ایک مشہور ضرب المثل ہے، جس کا مطلب ہے: ''بے قدرا آدمی اچھی چیز کی قدر نہیں کر سکتا''...... بتائیے ''بے درد قصائی، کیا جانے پیڑ پرائی'' کا کیا مطلب ہے؟

گوہر نایاب

عطاء السلام سحر۔ ڈیرہ غازی خان

ایک وسیع میدان میں بچے مختلف کھیل، کھیل رہے تھے۔ شام ہونے والی تھی۔ ہر کوئی اپنے کھیل میں مصروف تھا۔ اطراف میں اور بچے کیا کر رہے ہیں، انھیں اس بات سے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ بس اپنے کھیل میں توجہ اٹکائے ہوئے تھے۔

''اندھے ہو کیا؟ کچھ نظر نہیں آتا کیا؟'' نادر نے محسن کو ایک زور دار تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا۔

محسن گیند پکڑنے کے لیے اندھا دھند بھاگا جا رہا تھا کہ اچانک ہی دائیں طرف سے اسی رفتار سے آنے والے نادر سے ٹکرا گیا۔ وہ عمر میں چھوٹا تھا۔ تھپڑ کھا کر چپ ہو گیا، مگر تاشفین کو نادر کا یہ رویہ بُرا لگا۔ اس نے دونوں کو سمجھایا:

''نبی کریم ﷺ نے آپس میں اچھے برتاؤ کا حکم فرمایا ہے۔ اگر اچانک وہ آپ سے ٹکرا گیا ہے تو کیا ہوا؟ آپ درگزر کر دیتے۔ ہم روز یہاں آ کر کھیلتے ہیں۔ ان چھوٹی موٹی باتوں کو نظر انداز کرنا سیکھیں۔ کھیل میں اس طرح کی باتیں ہو جاتی ہیں۔''

تاشفین کی بات نادر کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے سوچا کہ واقعی میں نے اچھا نہیں کیا۔ اس نے آئندہ کے لیے احتیاط برتنے کا اظہار کیا اور محسن سے معافی مانگ لی۔ سورج غروب ہوا تو سبھی بچے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

......☆......

''ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پرچون کی دکان پر آ جانا۔ وہاں سے ہم سیدھے میدان کی طرف ایک ساتھ جائیں گے۔'' تاشفین نے اپنے دوستوں کو آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ تمام دوست مطلوبہ جگہ پر پہنچ کر تاشفین کا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ بھی ان سے آ ملا اور سبھی دوست میدان کی طرف چل پڑے۔

''نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ راستے میں پڑے پتھر، کانٹے وغیرہ، جو چیز کسی کے گزرنے میں رکاوٹ کا باعث بنے، انھیں ہٹانے سے آپ کے نامۂ اعمال میں نیکیاں بھی درج ہو جائیں گی اور لوگ تکلیف سے بھی بچ جائیں گے۔''

تاشفین نے راستے میں پڑی خاردار درخت کی ٹہنی کو اُٹھا کر راستے کے ایک طرف پھینکتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

میدان میں جا کر سبھی بچے کھیل کود میں مصروف ہو گئے۔ وہاں کچھ لڑکے پہلے سے ہی میدان کے ایک طرف اپنے کھیل میں مصروف تھے۔ آج کا دِن تاشفین کے لیے خوش گوار تھا، کیوں کہ اس نے دیکھا تھا کہ بچوں کے درمیان معمولی تکرار کے دوران میں نادر انھیں سمجھا رہا تھا کہ ''آپس میں لڑنا جھگڑنا اچھی بات نہیں ہے۔''

......☆......

''پیارے بھائیو! عزیزو! السلام علیکم!

آپ سب میرے دوست بھی ہیں۔ بھائی بھی ہیں اور ہم عمر بھی ہیں۔ یہ جہان فانی ہے۔ ہم سب کو اپنے اپنے مقررہ وقت پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اچھے عمل کریں۔ آپس میں پیار ومحبت بانٹیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں۔

میرے بھائیو! پھول بن کر زندگی گزاریے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ پھول کی خوش بُو ہم محسوس کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس کانٹوں میں کوئی خوش بو نہیں ہوتی۔ کانٹے اگر چبھ جائیں تو ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔

پیارے بھائیو! اچھے لوگوں اور اچھے دوستوں کی صحبت اختیار کرو۔ اچھے دوست بھی قیمتی تحفہ ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کا حامی وناصر ہو۔''

اسکول میں منعقد ہفتہ وار اِصلاحی بزم میں اپنی مختصر تقریر کرنے کے بعد تاشفین اسٹیج سے اتر آیا۔ اس کے تمام دوست اور اَساتذہ نے اس کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ پورا ہال ماشاء اللہ! سبحان اللہ! کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔

''یار! تم تو چھپے رستم نکلے! بہت عمدہ اور دل چسپ، انداز تھا۔'' یاسر نے تاشفین کو داد دی۔

اسکول میں داخل ہوئے تاشفین کو فقط دو ہفتے ہی گزرے تھے۔ اس دوران میں آج اس نے پہلی بار اِصلاحی بزم میں تقریر کی تھی۔

''آپ کی حوصلہ افزائی کا بہت شکریہ۔ دعا ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی ہوکر محبوب خدا ﷺ کے نقش قدم پر گام زن ہوجائیں۔'' تاشفین نے مسکرا کر جواب دیا۔

''آمین۔ دعا کرو کہ اللہ پاک اچھے لوگوں کی صحبت اور آپ جیسے دوستوں کا ساتھ عنایت کرنے کے بعد عمل صالح کی توفیق بھی عطا فرمائے۔'' یاسر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

گھر پہنچنے سے پہلے تک کا تمام سفر تاشفین کی قیمتی باتیں سننے میں صرف ہوا۔ یاسر اُس کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب روز اِسکول سے چھٹی کے وقت گھر آنے تک کا سفر بہترین گزرے گا۔ وہ دل ہی دل میں خوش تھا کہ اسے تاشفین کی شکل میں ایک گوہر نایاب میسر آ گیا ہے۔

تعلیمی کھیل ۶

مرتبہ: ام رزینہ۔ کراچی

انتساب: محترم ومکرم طاہر جاوید صاحب۔ کراچی

نیچے دی گئی کہانی کے ابتدائی حصے میں بعض الفاظ کا املا غلط ہوگیا ہے، دیکھتے ہیں کہ کون ہوش یار، سمجھ دار قاری سب سے پہلے اسے درست لکھ کر بھیجتا ہے اور اِنعام کا حق دار ٹھہرتا ہے۔
جوابات بھیجنے کی آخری تاریخ ۳۱ مئی ۲۰۲۴ء ہے۔

''ایک دفع کا ذکر ہے کہ تین دوصت کہیں سفر پر جارھے تھے۔ چلتے چلتے وہ ایک شہر کے کریب پہنچے۔ دن بھر کے سفر سے قافی تھک چکے تھے۔ ایک درکھت کے نیچے سصتانے کے لیے بیٹ گئے۔ کیا دیکتے ہیں کہ ان کے پاس ہی ایک پوتلی سی پڑی ہے۔ اٹھا کر دیکھا تو وہ روپوں سے بھری تھی۔ مارے خوشی کے تینوں اُچل پرے کہ بگیر کسی مھنت اور کوشش کی اتنی بڑی رکم ہاتھ لگ گئی۔''

جھوٹوں کے جھوٹے (۴)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

"میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" (ترمذی)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ محمد دانش عارفین حیرت۔ لاہور

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز کے لیے مسجد میں جمع کیا۔ منادی نے مدینے میں اعلان کیا:

''لوگو! نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔''

مسلمان نماز کے لیے جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور اُس کے بعد منبر پر بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر ایک اپنی جگہ پر ہی رہے۔''

پھر آپ ﷺ نے سوال کیا:

''کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ آپ کو کیوں اکٹھا کیا گیا ہے؟''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا:

''اللہ اور اُس کا رسول (ﷺ) ہی بہتر جانتے ہیں۔''

آخری نبی محمد ﷺ نے فرمایا:

''قسم خدا کی! میں نے تم لوگوں کو ڈرانے یا شوق دلانے کے لیے نہیں جمع کیا، بل کہ میرے پاس ایک نصرانی شخص آیا، اس کا نام تمیم داری ہے، اس نے مجھ سے بیعت کی ہے اور مسلمان ہو گیا ہے۔ اس نے مجھے ایک بات بتائی ہے، جو اُس بات سے ملتی جلتی ہے جو میں تمھیں دجال کے متعلق بتا چکا ہوں۔''

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو جو بات بتائی، اس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ لخم اور جذام کے تیس لوگوں کے ساتھ ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے۔ یہ لوگ سمندر میں سفر کر رہے تھے کہ سمندر میں طوفان آ گیا اور ایک مہینے تک یہ طوفان جاری رہا، یہاں تک کہ جہاز خراب ہو گیا اور مغرب میں ایک جزیرے کے پاس پہنچ گیا۔ یہ لوگ جہاز سے چھوٹی کشتی میں سوار ہو گئے اور کشتی کے ذریعے جزیرے میں داخل ہو گئے۔ جزیرے میں انھوں نے ایک عجیب و غریب جانور کو دیکھا، جس کے جسم پر بہت زیادہ بال تھے اور معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کون ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا:

''تم کون ہو؟''

اس نے جواب دیا:

''میں جساسہ ہوں۔''

لوگوں نے پوچھا:

''جساسہ؟ کیا مطلب؟''

اس نے جواب دینے کے بجائے کہا:

''اس شخص کے پاس چلو جو گرجے میں ہے، اس لیے کہ وہ تمھاری خبر کا مشتاق ہے۔''

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب اس جانور نے ''شخص'' کا کہا تو ہم ڈر گئے کہ یہ (خود) کہیں شیطان نہ ہو اور تیزی سے گرجے میں داخل ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر ایک حیرت انگیز منظر دیکھا، وہاں ایک بہت بڑے قد کا آدمی تھا، ہم نے اتنا بڑا آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آدمی وہ بُری طرح زنجیروں جکڑا ہوا تھا، اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور اُس کے دونوں گھٹنے اور ٹخنے بیڑیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔

ہم نے اس سے پوچھا:

''تم کون ہو؟''

اس نے جواب دیا:

''میں تمھیں اپنے بارے میں بتاؤں گا، لیکن پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟''

حضرت تمیم حضرت داری رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں نے جواب دیا:

''ہم لوگ عرب ہیں، جو سمندر میں جہاز پر سفر کر رہے تھے کہ سمندر میں طوفان آ گیا اور اُس نے ہمارے جہاز کو ایک مہینے کی مدت کے بعد یہاں جزیرے کے قریب پہنچا دیا، وہاں سے ہم کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں آ گئے۔ یہاں ہمیں ایک عجیب و غریب مخلوق نظر آئی، اس نے ہمیں بتایا کہ تم یہاں ہو، ہم سمجھے کہ وہ مخلوق کوئی جن وغیرہ نہ ہو، اس لیے جلدی سے تمھارے پاس آ گئے۔''

اس شخص نے پوچھا:

''مجھے بیسان (شام میں ایک بستی کا نام ہے) کے نخلستان کے بارے میں بتاؤ، وہاں پھل پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟''

ہم نے جواب دیا:

''ہاں ہوتا ہے۔''

اس شخص نے کہا:

''جلد ہی وہ زمانہ آئے گا، جب وہاں پر پھل نہیں آئے گا۔''

پھر اُس شخص نے پوچھا:

''مجھے طبرستان کے دریا کے بارے میں بتاؤ، اس میں پانی ہے یا نہیں؟''

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں نے جواب دیا:

''اس میں بہت پانی موجود ہے۔''

اس شخص نے کہا:

''جلد ہی وہ زمانہ آئے گا جب اس میں پانی نہیں رہے گا۔''

پھر اُس شخص نے پوچھا:

''مجھے زُغَر (شام میں ایک بستی کا نام ہے) کے چشمے کے متعلق بتاؤ، اس میں پانی ہے یا نہیں اور اُس بستی میں رہنے والے اپنے کھیتوں کو اُس کا پانی دیتے ہیں یا نہیں؟''

ان لوگوں نے جواب دیا:

''ہاں اس میں بھی بہت پانی ہے اور بستی والے اسی پانی سے کھیتی کرتے ہیں۔''

اب اس شخص نے پوچھا:

''مجھے عرب کے پیغمبر کی خبر دو، وہ کہاں ہیں؟''

ان لوگوں نے جواب دیا:

''وہ مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے ہیں۔''

اس شخص نے سوال کیا:

''کیا عرب کے لوگوں نے ان سے جنگ کی ہے؟''

ان لوگوں نے جواب دیا:

''ہاں عربوں نے ان سے جنگ کی ہے۔''

اس نے سوال کیا:

''جنگ کا کیا نتیجہ رہا؟''

ان لوگوں نے جواب دیا:

''وہ اپنے اردگرد کے لوگوں پر غالب آ چکے ہیں اور لوگوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔''

اس شخص نے سوال کیا:

''کیا یہ باتیں ہو چکی ہیں؟''

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں نے جواب دیا:

''ہاں یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔''

اس شخص نے کہا:

''یہ بات ان لوگوں کے لیے، بہت اچھی ہے کہ وہ پیغمبر کے ساتھ ہوں۔ اب میں تمھیں اپنا حال بتاتا ہوں۔ میں مسیح (دجال) ہوں۔ وہ زمانہ قریب ہے جب مجھے نکلنے کی اجازت ہوگی، میں نکلوں گا،

پوری دنیا کی سیر کروں گا اور کسی بستی کو نہ چھوڑوں گا۔ میں ہر بستی میں چالیس راتوں کے اندر چلا جاؤں گا، سوائے مکہ اور طیبہ کے کہ وہاں پر جانا میرے لیے حرام کر دیا گیا ہے۔ میں جب ان دونوں میں سے کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ کروں گا تو ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے سامنے آ کر مجھے وہاں داخل ہونے سے روک دے گا۔ ان مقامات کے جتنے راستے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے، جو اِن کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرنے کے بعد اپنی چھڑی منبر پر مار کر فرمایا:

''یہی طیبہ ہے، یہی طیبہ ہے، یہی طیبہ ہے۔''

یعنی طیبہ سے مراد مدینہ منورہ ہے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سنو! کیا میں (پہلے ہی) تمھیں اس بات کی خبر دے نہیں چکا ہوں؟''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا:

''جی ہاں، بالکل آپ ہمیں یہ خبر دے چکے ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے تمیم داری کی بات اچھی لگی جو اُس چیز کے موافق ہوئی جو میں نے تم لوگوں سے دجال اور مدینے اور مکے کے بارے میں کہا تھا۔ سنو، وہ شام یا یمن کے سمندر میں ہے، نہیں بل کہ وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

(الصحیح لمسلم۔ باب فی خروج الدجال...... الرقم: ۲۹۴۲)

جب دجال نکلے گا تو اُس وقت ایک اللہ کا ولی مدینہ منورہ سے نکلے گا، تاکہ وہ دجال سے ملاقات کرے۔ وہ ابھی راستے میں ہی ہوگا کہ اسے دجال کے کچھ سپاہی ملیں گے۔ سپاہی اس اللہ کے ولی سے پوچھیں گے:

''تم کہاں جا رہے ہو؟''

وہ اللہ کے ولی جواب دیں گے:

''میں دجال سے ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔''

سپاہی پوچھیں گے:

''تم ہمارے رب (دجال) پر ایمان نہیں لائے کیا؟''

وہ اللہ کے ولی جواب دیں گے:

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو کوئی چیز راز میں نہیں ہے (جب کہ تمھارا دجال چھپ کر بیٹھا ہے)۔''

اس اللہ کے ولی کا جواب سن کر وہ سپاہی آپس میں گفتگو کریں گے، کیوں کہ بزرگ کی باتوں سے واضح ہو جائے گا کہ وہ اللہ کے ماننے والے ہیں اور دَجال کو خدا نہیں مانتے، پھر وہ سپاہی اپنے بڑوں کے پاس جائیں گے اور اُنھیں صورت حال سے آگاہ کریں گے۔

ایک شخص حکم دے گا:

''اس شخص کو قتل کر دو۔''

دوسرا شخص کہے گا:

''کیا ہمارے رب (دجال) نے ہمیں منع نہیں کیا ہوا کہ ہم کسی کو بھی قتل نہ کریں، جب تک کہ اس کے سامنے پیش نہ کر دیں۔''

یعنی دجال کے سامنے پیش کیے بغیر کسی کو بھی قتل کرنے کی ان لوگوں کو اجازت نہ ہوگی، اس لیے وہ لوگ اللہ کے اس نیک بندے کو دجال کے سامنے لے جائیں گے۔ جیسے ہی اس شخص کی نظر دجال پر پڑے گی وہ نیک شخص چلا اٹھے گا:

''اے لوگو! یہ تو دجال ہے، جس کے آنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔''

دجال اس شخص کی بات سن کر اپنے سپاہی کو کہے گا:

''اسے پکڑو اور پکڑ کر اِس کے سر پر زوردار ضرب لگاؤ۔''

دجال کے سپاہی ان بزرگ کر پکڑ کر اُن کا سَر پھوڑ دیں گے اور اُن کی کمر اور پیٹ پر بھی زوردار ضربیں لگائیں گے۔

دجال تھوڑی سی مار لگوانے کے بعد اُن بزرگ سے پوچھے گا:

"کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو یا نہیں؟"

وہ بزرگ جواب دیں گے:

"تُو جھوٹا مسیح ہے۔"

دجال حکم دے گا:

"اس شخص کو آرے سے چیر دو۔"

چناں چہ ان بزرگ کو سر سے پاؤں تک آرے سے دو حصوں میں چیر دیا جائے گا، پھر دجال ان دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں چلے گا اور کہے گا:

"اٹھ، کھڑا ہو (اور زندہ ہو جا)۔"

ان بزرگ کے جسم کے دونوں حصے آپس میں واپس مل جائیں گے اور وہ زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔

دجال ان سے سوال کرے گا:

"کیا (اب) تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟"

اللہ کے ولی جواب دیں گے:

"اللہ کی قسم مجھے پہلے تو اِتنا یقین نہیں تھا، لیکن اب تو مجھے پہلے سے بھی زیادہ یقین ہو گیا ہے کہ تُو ہی دجال ہے۔"

پھر وہ بزرگ لوگوں کو مخاطب کر کے کہیں گے:

"اے لوگو! میرے بعد اَب دجال کسی کے ساتھ بھی ایسا نہیں کر سکے گا۔"

پھر دجال انھیں ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا تو وہ نیک شخص گلے سے لے کر ہنسلی کی ہڈی تک تانبے کی طرح سخت ہو جائیں گے اور دجال انھیں دوبارہ قتل نہ کر سکے گا، پھر اُن بزرگ کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر دجال انھیں اپنی آگ میں ڈال دے گا، جو کہ حقیقت میں جنت ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"وہ شخص اس وقت روئے زمین کا سب سے بہتر شہید ہوگا۔"

(الصحیح لمسلم۔ باب فی صفۃ الدجال...... الرقم: ۲۹۳۸)

......(جاری ہے)......

اعلان برائے

شکر پارے کے لیے بھیجا جانے والا لطیفہ ایسا ہو کہ:

☆ اس میں اہل علم، علمائے کرام اور دین کے شعبے سے تعلق رکھنے والے احباب کا مذاق یا بے ادبی کا پہلو نہ ہو۔

☆ اس میں کسی فرد یا قوم کا مذاق نہ اُڑایا گیا ہو۔

☆ اس میں کسی پیشے کا مذاق نہ اُڑایا گیا ہو۔

☆ اس میں استاد کی بے ادبی کا پہلو نہ ہو۔

☆ اس میں والد کی بے ادبی کا پہلو نہ ہو۔

☆ اس میں والدہ کی بے ادبی کا پہلو نہ ہو۔

بقیہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو فرمانے لگیں: "(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ سنت کا اب کوئی واقف نہیں رہا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں زہد و تقویٰ نمایاں ہے اور پوری زندگی کا ہر پہلو زہد ہی کا مظہر ہے۔ آپ کی تمام زندگی سادگی میں بسر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی تصوف کا سرچشمہ ہے۔

شہادت: حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کے لیے نکلے تو عبدالرحمٰن بن ملجم نے ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہوئے اور جاں بر نہ ہو سکے۔ 21 رمضان المبارک 40 ہجری میں 63 برس کی عمر میں وفات پائی۔

کرلو اچھے کام

اللہ کا فرمان ، قرآں کا پیغام
کرلو اچھے کام ، روشن ہوگا نام

گندی باتوں سے دل مت بہلاؤ
نیک بنو ، رب کو تقویٰ دکھلاؤ
دنیا میں اچھے بچے کہلاؤ

اچھوں کو اللہ دیتا ہے انعام
کرلو اچھے کام ، روشن ہوگا نام

بے مقصد اپنے لب نہ کھولو تم
کرنے سے پہلے بات کو تولو تم
سچ کو اپناؤ ، جھوٹ نہ بولو تم

جھوٹ ہے رسوائی ، جھوٹا بدانجام
کرلو اچھے کام ، روشن ہوگا نام

امی ابو کا ، ہر کہنا مانو
اپنے پُرکھوں کا رتبہ پہچانو
سب کو اپنے سے اچھا ہی جانو

بڑوں کی عزت ہو ، چھوٹوں کا اکرام
کرلو اچھے کام ، روشن ہوگا نام
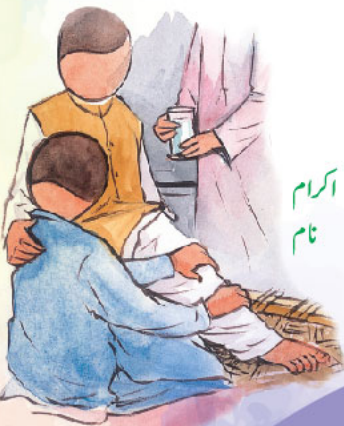
خرم فاروق ضیاء۔ ملتان

مشکل ہو کوئی تو ہنس کر سہہ لینا
ناشکری کی بات منہ سے مت کہنا
غصے کی عادت سے بچ کر تم رہنا

ہر سو پھیلاؤ خوشیوں کے پیغام
کرلو اچھے کام ، روشن ہوگا نام

چغلی مت کرنا ، بچنا غیبت سے
کوسوں رہنا دور بغض اور نفرت سے
دوزخ ملتی ہے جھوٹی تہمت سے

کسی کو گالی دو ، نہ کوئی الزام
کرلو اچھے کام ، روشن ہوگا نام

ہم سب کے آقا نے یہ فرمایا
جس نے جو بویا اس نے وہ پایا
نیک اعمال انسان کا ہیں سرمایہ

یہی سکھاتا ہے مذہب دین اسلام
کرلو اچھے کام ، روشن ہوگا نام

بوبی ایک کچھوا تھا۔ وہ جنوبی افریقہ میں ایک کھلے گھاس کے میدان میں رہتا تھا۔ اگرچہ گھاس بھورے رنگ کی ہوگئی تھی۔

ایک دن آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ ایک چھوٹی سی پتھریلی چٹان کے نیچے پہنچا۔ اس وقت سورج بہت شدت سے چمک رہا تھا۔ وہ چٹان کے نیچے ایک عمودی پتھر کے نیچے گھس گیا۔ اس نے اپنا سَر اور پاؤں اپنی کمر پر موجود خول کے اندر کر لیے اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دور سے کوئی اسے دیکھتا تو وہ اسے پتھر ہی سمجھتا۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں بچوں نے اسے ڈھونڈ لیا۔ یہ چٹان ان کے ابا میاں کے کھیتوں میں تھی اور یہ بہترین جگہ تھی، جہاں سے کچھوؤں کو ڈھونڈا جا سکتا تھا۔ معاذ خوشی سے بولا:

''ہمارے پاس اب تین ہو گئے ہیں۔'' موسیٰ بولا:

یعنی ہم تینوں کے پاس ایک ایک۔'' یہ کہہ کر موسیٰ نے

بوبی

احمد عدنان طارق۔ فیصل آباد

نیا کچھوا اُٹھا لیا اور
اِنتہائی نرمی سے اسے یوشع کے ہاتھوں میں
دے دیا۔ یوشع نے شکریہ ادا کیا اور بولا:
''میں اسے ''بوبی'' کہہ کر بلاؤں گا۔'' اس طرح یہ
کچھوا، بوبی بن گیا۔
بچے ستانے کے لیے ایک
ہموار پتھر پر بیٹھ گئے، کیوں کہ انھیں یہاں
تک آتے آتے خاصا وقت لگ گیا تھا اور اَب گرمی
سے ان کے چہرے تمتماتے رہے تھے۔ موسیٰ بولا:
''میرے لیے یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ جو
کچھوے ہم ڈھونڈتے ہیں، کیا ہم
انھیں پہلے بھی دیکھ چکے ہوتے ہیں یا ہر دفعہ
ہمیں نئے کچھوے ہی ملتے ہیں؟'' معاذ کہنے لگا:
''مجھے لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ مختلف ہی ہوتے
ہیں۔ ایک کچھوا اِتنا آہستہ چلتا ہے
کہ جب وہ چلتا ہوا ہمارے کھیتوں
اور زمینوں سے باہر نکل جاتا ہے تو پھر اگر وہ
واپس آئے تو اُسے کئی مہینے لگ جاتے ہوں گے۔''
ننھا یوشع بولا:
''مجھے یقین ہے، میں نے بوبی کو پہلے بھی دیکھا
ہے۔ ہمارے
کھیتوں سے یہ کچھوے اپنی نیند پوری کرنے کے
لیے سردیوں میں جاتے ہیں اور گرمیوں میں دوبارہ
آجاتے ہیں۔'' معاذ بولا:
''اچھا بھئی، چلو مان لیتے ہیں۔'' معاذ
نے دور دُور تک کھیتوں میں نظر دوڑائی۔
دور بھیڑیں چر رہی تھیں۔ کچھ فاصلے پر غلہ جمع کرنے
کے لیے ایک عمارت تھی، جس کی ایک دیوار
کے ساتھ سیڑھی لگا کر ایک شخص دیوار کو
رنگ کر رہا تھا۔ موسیٰ اچانک خوشی سے چلّا کر بولا:
''کیسا رہے گا اگر ہم کچھوؤں کی کمر پر بھی رنگ کر
دیں۔ معاذ بھائی! جیسے وہ شخص دیوار پر کر رہا ہے؟'' معاذ
بولا:
''لیکن وہ تو بارش کے پانی سے دُھل جائے گا۔'' موسیٰ
کہنے لگا:
''ہم اپنے رنگ نہیں کریں گے، جن سے ہم مناظر
بناتے ہیں، بل کہ اُس طرح کا رنگ استعمال
کریں گے جیسے وہ شخص دیوار پر پکا رنگ
کر رہا ہے۔'' موسیٰ بولا:
''تو چلو آؤ، ہم اُس شخص سے تھوڑا رنگ لے لیتے
ہیں؟'' معاذ بولا:

”یوشع! تم اِدھر ہی
رُک کر کچھوؤں کی دیکھ بھال کرو۔ ہم
رنگ لے کر آتے ہیں۔“
پھر موسیٰ اور معاذ نے وہاں سے دوڑتے ہوئے گھوڑوں
کے اصطبل کو پار کیا، پھر وہ مرغیوں کے ڈربوں
کے پاس سے گزرے، پھر
تالاب کے پاس سے ہو کر گھر پہنچے۔ امی باغ
میں ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھی چائے پی رہی
تھیں۔ وہ انھیں گرمی میں دوڑتے دیکھ کر حیران رہ
گئیں۔ انھوں نے اُن دونوں کو اپنے پاس
بلایا اور کچھ بسکٹ دیے تو اُنھوں نے
امی کو کچھوؤں کے متعلق بتایا اور پوچھا کہ خالی ڈبا
کہاں ملے گا، جس میں وہ رنگ ڈال سکیں؟“
یوشع چٹان کے پاس ہی ان کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ
کچھوؤں سے باتیں کرنے کی
کوشش کر رہا تھا اور اُنھیں بار بار
دوڑنے کے لیے مجبور کر رہا تھا، پھر اُس نے
معاذ اور موسیٰ کو آتے ہوئے دیکھا۔ موسیٰ آتے ہی بولا:
یہ لو یوشع! تمھارے لیے کچھ بسکٹ اور رَنگ کے
لیے ڈبا۔“ معاذ نے کہا:

”اس میں
سبز رنگ بھی ہے اور برش بھی۔“
سب سے پہلے یوشع نے برش سنبھالا اور پوچھنے لگا
کہ بوبی لکھتے کیسے ہیں؟ ابھی بے چارے نے
نیا نیا پڑھنا شروع کیا تھا۔
موسیٰ نے ایک چھڑی سے زمین پر لکھ کر
اُسے دکھایا تو آہستہ آہستہ یوشع نے اُسے نقل کرنا
شروع کیا اور وہ بھی بوبی کی کمر پر۔ اس نے
”ب“ اور ”و“ تو بڑا بڑا لکھ دیا، لیکن پھر
بوبی نے چلنا شروع کر دیا تو بوبی کا اگلا ”ب“ ذرا
ٹیڑھا میڑھا لکھا گیا۔ اُس نے بوبی کو پکڑ کر نام مکمل کیا،
پھر اُس نے بوبی کو پکڑ کر ایک بڑے ڈبے میں ڈالا اور کہنے
لگا کہ اب میں ہمیشہ جان سکوں گا کہ یہی ”بوبی“ ہے۔
پھر معاذ بولا: ”اب میری باری ہے۔ میں تو اپنے
کچھوے کے خول پر کوئی نقش و نگار بناؤں گا، پھر احتیاط
سے اس نے اپنے کچھوے کی کمر پر اپنی مرضی کے
نقوش بنائے۔ وہ بولا:
”میں نے اس کا نام چیکی رکھ دیا ہے۔“
معاذ نے اپنے کچھوے کا نام ”جمی“ رکھا اور اُس
کی کمر پر گول گول سبز رَنگ کے دائرے بنا دیے۔
کچھوؤں کی کمروں کا رنگ جلد خشک ہو گیا۔ بوبی،

چیکی اور جمی کو گھر لے جایا گیا، امی ابو کو دِکھایا گیا اور پھر اُنھیں باغیچے میں آزاد کر دیا گیا۔ شام تک چیکی اور جمی تو جا چکے تھے، لیکن بوبی ہفتہ بھر اِدھر ہی رہا، پھر وہ بھی چلا گیا۔

اب گرمی بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ بچے بھی کم ہی گھر سے باہر نکلتے تھے۔ کبھی کبھی وہ سیر کرنے جاتے تو تالاب پر نہا بھی آتے۔ بچے جلد ہی کچھوؤں کو جیسے بھول ہی گئے، پھر گرمیاں ختم ہوئیں اور سردیاں آ پہنچیں۔ سردیوں میں افریقہ میں بہت ٹھنڈ ہو جاتی ہے۔ بچے شہر سے بہت دور رہتے تھے، اس لیے وہ ٹھنڈ کی وجہ سے اسکول بھی نہیں جا سکتے تھے۔ صبح صبح آج کل امی انھیں پڑھایا کرتی تھیں۔ یوشع ابھی پانچ سال کا تھا۔ اس کا وقت کھیلنے کودنے میں ہی گزرتا تھا۔

ایک دن جب گرمیاں واپس آ رہی تھیں اور یوشع باغیچے میں پھول دیکھ رہا تھا تو اُسے ایک کچھوا ملا۔ وہ بوبی تھا۔ سبز رنگ تھوڑا مدہم ہو گیا تھا، لیکن واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ یوشع بھاگتے ہوئے گھر میں آیا اور شور مچا دیا کہ بوبی واپس آ گیا ہے۔ پورا خاندان اسے دیکھنے کے لیے باغیچے میں آ گیا۔ موسیٰ اور معاذ ''چیکی'' اور ''جمی'' کو یاد کرنے لگے۔ وہ انھیں بھی چٹان کے پاس ڈھونڈتے رہے۔ آخر کئی دن بعد اُن کی بھی واپسی ہو ہی گئی۔ موسیٰ کہنے لگا:

''اب تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر سال کچھوے واپس آتے ہیں۔'' معاذ نے کہا:

''یوشع بالکل صحیح کہتا تھا۔'' چیکی اور جمی، چٹان کے پاس رہنا پسند کرتے تھے، لیکن بوبی کو باغیچہ پسند تھا۔ وہ بہت اچھا پالتو کچھوا تھا۔ ایک دن اس نے بچوں کو تو حیران ہی کر دیا۔ پہلے اس نے ایک خشک ہڈی کو دونوں اگلے پیروں سے پکڑ لیا اور پھر اُسے کتے کی طرح بھنبھوڑنے لگا۔

امی بولیں: ''اسے کھا کر یہ اپنا خول مضبوط کر رہا ہے۔''

یہ دیکھ کر ہڈیاں بوبی کے لیے اکٹھی ہونے لگیں۔ دوسری حیرانی تب ہوئی جب بوبی نے انڈے دیے۔ دونوں انڈے بالکل مرغیوں کے انڈوں جتنے بڑے تھے۔ وہ بالکل صاف اور سفید تھے۔ اندر چھوٹے چھوٹے سائے تھے، جو ظاہر ہے کہ ننھے ننھے کچھوے تھے۔

یوشع دیکھ کر بولا:

''ارے، ہم تو بوبی کو اَبا سمجھتے تھے، یہ تو اَماں نکلی۔ ہم نے مردوں والا نام بھی رکھ دیا، لیکن اب ہم اسے بوبی کہہ کر ہی پکاریں گے۔ اگرچہ بچوں میں سے کسی نے بوبی کو اَنڈے دیتے نہیں دیکھا تھا، لیکن بہرحال انھوں نے باغیچے میں ایک باڑھ کے نیچے انڈوں کو دیکھ لیا تھا، پھر بچوں نے بوبی کو ایک اور مزے کی حرکت کرتے ہوئے دیکھا۔ بوبی نے اپنی دونوں پچھلی ٹانگوں سے زمین کھرچ کر مٹی سے انڈوں کو نظروں سے اوجھل کر دیا، پھر وہ مادہ کچھوا وہاں سے چل دی اور اَنڈوں کو سورج کی تمازت

میں چھوڑ دیا۔
جب یوشع امی کو یہ دکھانے کے لیے وہاں لے کر گیا تو وہ بولیں:
''تمھیں اب انتظار کرنا ہوگا۔ کچھوؤں کے انڈوں سے بچے نکلنے میں بہت دیر لگتی ہے۔'' یوشع نے پوچھا:
''مرغی کے انڈوں سے زیادہ دیر؟'' امی بولیں:
''ہاں، زیادہ تر، کچھوے کے انڈے سے بچے نکلنے میں چھے ماہ لگ جاتے ہیں۔'' معاذ بولا:
''چلو، ان کے اردگرد حفاظتی باڑھ بنا دیتے ہیں، تاکہ یہ محفوظ رہیں۔'' موسیٰ بولا:
''اس طرح ہمیں یہ بھی علم رہے گا کہ انڈے کہاں ہیں؟'' یوشع کہنے لگا:
''امی! کیا بوبی انڈوں کے اوپر نہیں بیٹھے گی؟'' امی بولیں:
''نہیں بیٹا! زمین اور سورج کی حدت سے بچے نکلیں گے۔ بوبی تو خیال بھی نہیں کرے گی۔''
امی صحیح کہہ رہی تھیں، کیوں کہ بوبی صاحبہ باغیچے میں گھاس کی کونپلیں چبا رہی تھیں اور انڈوں کو بالکل بھول گئی تھیں۔ بچوں نے انڈوں کے گرد باڑھ بنا دی۔ اب وہ روز دیکھنے جاتے کہ انڈوں سے بچے نکلے یا نہیں؟ چھے ماہ بہت طویل عرصہ تھا، پھر ایک اتوار والے دن تینوں بچے ناشتا کر رہے تھے، لیکن کچھ اور بھی ہو چکا تھا۔
باڑھ میں اٹھنی اٹھنی جتنے دو ننھے کچھوے بیٹھے تھے، جن کی کمروں پر چھوٹے پیارے خول تھے اور اُن کی سبز چمکتی آنکھیں تھیں۔ آخر بوبی کے بچے اپنی آنکھوں سے دنیا دیکھ رہے تھے۔ باغیچہ...... کھیت...... اور وسیع و عریض بھورا بھورا افریقہ......

آؤ رنگ بھریں

پیارے بچو! نقطے ملا کر اور رنگ بھر کر اپنے والدین کو بھی دکھایئے۔
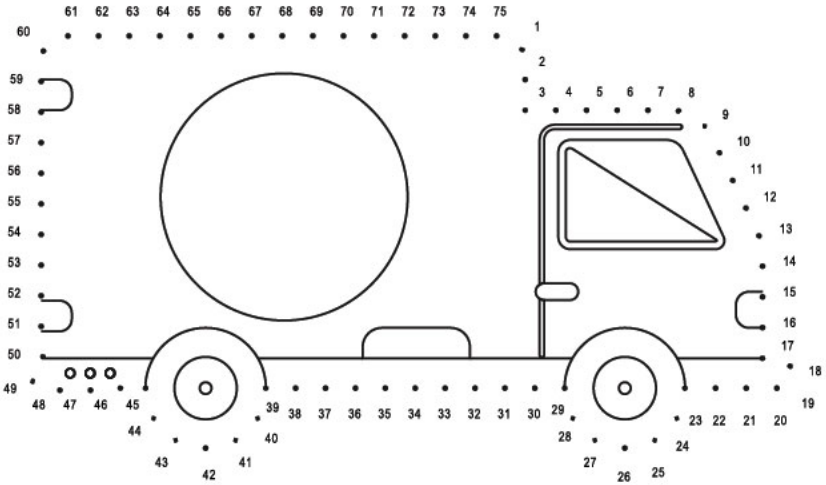
لونا چیونٹی

''آج تم نے آنے میں بہت دیر کردی؟'' گُلدُم بلبل نے لونا چیونٹی سے کہا، جو بہت تھکے تھکے قدموں سے چٹان پر چڑھ رہی تھی۔

''ہاں، آج پورا دن، جمع کی ہوئی خوراک کو کالونی کے سب سے محفوظ ترین مقام پر منتقل کرنے میں گزر گیا۔'' لونا نے اوپر پہنچ کر گہرا سانس لیا اور تھک کر چٹان پر ہی گُلدُم کے برابر لیٹ گئی۔

''ہم دونوں حسبِ معمول چاند نکلتے ہی یہاں آگئی تھیں اور اَب تمھارا اِنتظار کرتے کرتے مایوس ہوکر جانے ہی والی تھیں کہ تمھیں دور سے آتا دیکھا اور رُک گئیں۔'' نیلی تیلی نے اپنے پَر ہلا کر مسرت کا اظہار کیا۔

''ہم مزدور چیونٹیوں کا تو سارا وقت محنت مشقت میں گزر جاتا ہے، یہاں تک کہ سورج بھی اپنی کرنیں سمیٹ کر آرام کرنے چلا جاتا ہے اور اُس کی جگہ چاند آ کر لے لیتا ہے۔ سب چیونٹیاں تھک ہار کر سو جاتی ہیں، لیکن میں اِس وقت کا شدت سے انتظار کرتی ہوں۔ پورے دن میں رات کا یہ وقت میرا پسندیدہ وقت ہوتا ہے۔ معلوم ہے کیوں؟'' لونا نے کروٹ لے کر باری باری اپنی دونوں سہیلیوں کی جانب دیکھا۔

''کیوں؟'' گُلدُم اور نیلی نے یک زبان ہوکر پوچھا۔

''اس لیے کہ آسمان کے چمکتے ہوئے ستاروں کو زمین پر چمکنے والے ستاروں کے ساتھ دیکھ سکوں، جو مجھے بہت عزیز ہیں۔'' لونا نے مسکرا کر اپنی سہیلیوں کو دیکھا جن کی آنکھوں میں اس کی بات سن کر خوشی کے ستارے چمکنے لگے تھے۔ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد گُلدُم اور نیلی بھی لونا کے برابر لیٹ گئیں اور خاموشی سے ستاروں سے بھرے آسمان کو دیکھنے لگیں جو اُن کے اوپر جھکا ہوا تھا۔

گُلدُم اور نیلی ایک ہی باغ میں رہتی تھیں۔ گُلدُم اپنی سریلی آواز سے باغ کے تمام پھولوں کو خوش رکھتی اور وہ اس کے سریلے نغمے سن کر خوب لہلہایا کرتے تھے۔

گُلدُم کے نغموں سے سرشار ہوکر اُن کے اندر جب ڈھیر سارا رَس جمع ہو جاتا تو نیلی اور اُس کی ساتھی تتلیاں مزے سے پھولوں کا رَس چوسا کرتیں اور سارے باغ میں اڑتی پھرتیں۔ ان کے شب و روز باغ میں اڑتے پھرتے بہت مزے سے گزرتے تھے، جہاں رنگ برنگے پھول کے تختے جگہ جگہ لگے ہوئے تھے اور اُونچے اونچے درختوں کی گھنی چھاؤں سورج کی تیز دھوپ کو روکے رکھتی تھی، تاکہ تتلیاں اور دیگر پرندے ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر لطف اندوز ہوسکیں، جب کہ ان کی سہیلی لونا صبح سے رات تک خوب محنت مزدوری کرتی اور اپنی ساتھی چیونٹیوں کے ساتھ مل کر کالونی کی صفائی، بلوں کی مرمت، خوراک کی تلاش اور خوراک کو ڈھونڈ کر کالونی تک پہنچانے کا کام انجام دیا کرتی۔

وہ اپنی جسامت میں گُلدُم اور نیلی سے بہت چھوٹی تھی اور اپنی دوستوں جیسی خوش نما بھی نہیں تھی، لیکن محنت مزدوری کے معاملے میں ان سے کئی گنا زیادہ طاقت وَر تھی اور گرمی ہو یا سردی، خوراک کی تلاش میں دو تین سو میٹر کا سفر کرنا اس کے لیے عام بات تھی۔ وہ اتنی طاقت رکھتی تھی کہ اپنے وزن سے دس گنا زیادہ وزن اٹھا کر پیدل سفر کرتی اور اَناج کے دانوں کو ذخیرہ کرنے سے پہلے دو حصوں میں توڑا بھی کرتی، تاکہ نمی لگنے سے ان دانوں میں کونپلیں بننے کا عمل شروع نہ ہو جائے اور اُن کی کالونی کے ننھے منے گھر اِن دانوں کے ذخیرے سے پھوٹنے والی کونپلوں کی وجہ سے مسمار ہونے سے محفوظ رہ سکیں۔

کبھی کبھار اُس کا دِل چاہتا کہ وہ محض ایک مزدور چیونٹی نہ ہوتی، جس کی ذمے داریاں اسے مہلت نہیں دیتی تھیں، بل کہ وہ بھی اپنی سہیلیوں کی طرح فضا میں اڑتی اور سریلی آواز میں نغماتی۔ جب وہ اس خواہش کا اظہار اُن سے کرتی تو نیلی اُسے سمجھاتے ہوئے کہتی:

''ہم تینوں ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود بھی بہت گہری سہیلیاں ہیں تو یقیناً اس کی کوئی نہ کوئی خاص وجہ ہوگی، جو کسی خاص موقع پر ہم تینوں کو معلوم ہو جائے گی۔ تم دیکھنا، اس دن تمھیں ہماری دوستی کے ساتھ اپنی اہمیت اور اصل حقیقت کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔''

اگرچہ لونا اس کی اس بات سے متفق نہیں تھی، لیکن پھر بھی ہمیشہ اس کے سامنے خاموش رہتی اور اپنے دل میں سوچتی کہ کاش یہ کبھی میرے جوتوں میں اپنے پیر ڈال کر چلنے کی کوشش کریں تو اِنھیں میری کٹھن زندگی کا احساس ہو، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ گلدُم اور نیلی سے محبت نہیں کرتی تھی، بل کہ اسے چاہے جتنی بھی تھکن ہو وہ معمول کے مطابق رات ہوتے ہی ساحل سمندر کی چٹان پر اپنی سہیلیوں سے ملنے آتی، جو اُس کا بے چینی سے انتظار کرتی تھیں اور آج تو وہ عام دنوں سے کہیں زیادہ تھکی ہوئی تھی۔ اس کے اندر موجود حِس نے اطلاع دی تھی کہ ہوا میں نمی کا تناسب آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہے اور بہت ممکن ہے کہ بارشوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو جائے، اسی لیے لونا کو اپنی ساتھی چیونٹیوں کے ساتھ مل کر نہ صرف خوراک کے انتظام کی خاطر طویل سفر کرنا پڑا، بل کہ کالونی میں موجود اپنے گھروں کو محفوظ بنانے کے لیے خشک ریت اکٹھی کرکے مضبوط بند بھی بنانے پڑے، تاکہ بارش ہونے کی صورت میں ان کے گھر اور گھر والے پانی سے محفوظ رہ سکیں۔ تمام دن کی بھاگ دوڑ نے اس کی ساتھی چیونٹیوں کو اِس قدر نڈھال کر دیا تھا کہ وہ کام سے فارغ ہوکر موقع ملتے ہی اپنے بلوں میں گھس کر سوگئیں، لیکن لونا کو سمندر کنارے چٹان پر منتظر اپنی سہیلیوں کی محبت کھینچ لائی۔

ساحل کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں لیٹ کر آسمان پر جگ مگ کرتے ستاروں کو تکتے ہوئے وہ تینوں کب گہری نیند سوگئیں انھیں اندازہ ہی نہیں ہوا۔ اچانک نیلی کی گھبرائی ہوئی آواز سن کر اُن کی آنکھ کھل گئی، جو غیر معمولی احساس ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے جاگ گئی تھی اور اَب گھبرا کر زور زور سے چلا رہی تھی:

''اٹھو اور دیکھو، بارش کے پانی سے میرے پَر بھیگ رہے ہیں۔ اب میں کیا کروں گی اور کیسے اڑ کر محفوظ مقام تک جاؤں گی؟'' اس کی آواز میں خوف تھا۔ اس کی بات سن کر گلدُم پہلے تو بوکھلا گئی، لیکن پھر کچھ سنبھل کر اُس نے نیلی کو حوصلہ دیا اور کہا:

''تم فکر مت کرو، جب تک بارش نہیں رکتی میں تمھیں اپنے پروں میں چھپالوں گی۔'' گُلدُم نے یہ کہہ کر اپنے پَر کھولے اور گھبرائی ہوئی نیلی کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیا۔

''مگر کچھ ہی دیر میں موسلا دھار بارش شروع ہو جائے گی۔ گُلدُم! تم میری وجہ سے رکو گی تو تم بالکل ہی بھیگ جاؤ گی۔ ابھی وقت ہے، میری فکر چھوڑو اور تم کسی محفوظ مقام کی طرف اڑ جاؤ۔'' نیلی نے روتے ہوئے اسے پیچھے دھکیلا۔ لونا، جو یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہی تھی، فوراً تیرتی ہوئی چٹان کے نیچے چلی گئی، جہاں سمندری چٹانوں کے نیچے آبی پودے لگے ہوئے تھے اور پھرتی سے وہاں اُگے ہوئے پودوں میں سے ایک بڑا سا پتا اپنے تیز دانتوں کی مدد سے کاٹ کر گھسیٹتی ہوئی اوپر چٹان تک لے آئی۔ اس وقت لونا کی محنت کرنے کی عادت نے اس کا بہت ساتھ دیا۔

''گُلدُم! اپنے پَر اُونچے کر کے اسے اپنے اور نیلی کے سروں پر تان لو، جب تک میں نیلی کے جسم سے پانی جھاڑنے کی کوشش کرتی ہوں۔''

لونا نے اوپر سے آتی ہوئی بارش کی بوچھاڑ کو روکنے کے لیے بڑا سا پتا گُلدُم کے حوالے کیا اور خود نیلی کی جانب متوجہ ہوئی۔

''اس کا کوئی فائدہ نہیں لونا! میرے پَر کاغذ کی طرح نازک ہیں اور اَب تو گیلے ہونے کی وجہ سے ان کا خوب صورت نیلا رنگ بھی اتر کر پانی میں بہہ رہا ہے۔ میری قسمت میں یوں ہی بھیگ کر ختم ہونا لکھا ہے۔ تم لوگ میری خاطر خود کو مصیبت میں مت ڈالو اور اپنی جان بچانے کی فکر کرو۔'' مایوسی سے نیلی کی آواز کمزور پڑ رہی تھی۔

''اس طرح مایوسی کی باتیں نہیں کرتے نیلی! میری طرف سے بے فکر رہو، مجھے کچھ نہیں ہوگا، میں تیرنا جانتی ہوں اور گُلدُم بھی بارش رکنے تک کسی گھنے درخت کے نیچے چھپ سکتی ہے، لیکن ہم تمھیں یوں چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ نیلی! تمھیں حوصلہ رکھنا ہوگا۔ ابھی بارش بہت تیز نہیں ہے، تم اپنے پروں کو حرکت میں رکھو، تاکہ ان پر پانی اثر نہ کرے اور گُلدُم کے ساتھ اڑتی ہوئی کسی محفوظ جگہ تک پہنچ جاؤ۔''

''میں یہ نہیں کرسکوں گی لونا! دیکھو، میرے پَر بھیگ کر چپک گئے ہیں۔'' نیلی گھبرا کر رونے لگی۔

''نیلی! میری بات غور سے سنو اور اپنے پَروں کو زور زور سے ہلاؤ، تمھیں یہ کام بغیر رُکے کرنا ہے۔'' لونا کی بات سن کر نیلی نے ہمت جمع کر کے بہت آہستہ آہستہ اپنے بھیگے ہوئے پروں کو کھولا اور حرکت دینا شروع کی تو اُس کے پروں سے پانی پھسلتا ہوا نیچے گرنے لگا اور نیلی کو اپنے اوپر بوجھ کم ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

''شاباش نیلی! رکنا نہیں ہے! یوں سمجھو کہ آج اس نیلی کا امتحان ہے جس نے اپنی زندگی میں کبھی حوصلہ نہیں ہارا! تم ایک بار پھر حوصلے سے کام لو اور اپنے خوب صورت پروں کو کھول کر اُڑتی ہوئی دور تک چلی جاؤ۔ یقین رکھو، بارش کا یہ پانی تمھارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔ چلو، اب جلدی کرو، میں تین تک گنتی گنوں گی اور تم اڑنا شروع کر دینا۔'' لونا نے نیلی کو تھپکی دے کر کہا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو لونا! میں حوصلہ نہیں ہاروں گی!'' نیلی نے پورا زور لگا کر اپنے پروں کو جھٹکا دیا۔

''ایک...... دو...... اور تین!'' لونا اور گُلدُم نے دیکھا، نیلی تیزی سے پَر ہلاتی ہوئی پتے کے نیچے سے نکلی اور فضا میں بلند ہوتی چلی گئی۔

''گُلدُم! جلدی سے اس کے پیچھے جاؤ۔'' لونا نے حیرت سے نیلی کو تکتی ہوئی گُلدُم کو جھنجھوڑا تو وہ ایک دم ہوش میں آئی۔

''ٹھہرو نیلی! میں بھی آ رہی ہوں۔'' گُلدُم پتا پھینک کر اُس کے پیچھے پیچھے فضا میں اڑتی چلی گئی۔

اپنی دونوں سہیلیوں کو یوں فضا میں پنکھ کھولے اڑتا دیکھ کر لونا کا دِل خوشی سے جھوم گیا۔ وہ سمندری چٹان پر قدم جمائے انھیں بے خوفی سے اڑتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ آج ان چند مشکل ترین لمحوں نے اگر نیلی کو مایوسی کے اندھیرے سے نکالا تھا تو اِس کی وجہ لونا تھی!

نیلی ٹھیک کہتی تھی، کوئی خاص موقع لونا کو اُس کی حقیقت سے ضرور آگاہ کرائے گا اور آج اسے اپنی حقیقت سمجھ میں آ گئی تھی کہ وہ محض ایک چیونٹی نہیں ہے، بل کہ ایسی مزدور چیونٹی ہے جو بلند حوصلے کے ساتھ نہ صرف مشکل وقت کا مقابلہ کرسکتی ہے، بل کہ دوسروں کو بھی مشکل حالات سے مقابلہ کر کے کام یابی کا راستہ دکھا سکتی ہے۔

والدین کا ادب کریں

سعد علی چھیپا۔ کراچی

پیارے بچو! ہم پر والدین کا ادب لازم ہے۔
ہم میں سے چھوٹے بڑے، ہر ایک کو اپنے والدین کا ادب و احترام کرنا چاہیے۔
نیچے والدین کے کچھ آداب ذکر کیے جا رہے ہیں۔ جب ہم ان پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے۔

١ والدین کے سامنے ادب سے بات کرنی چاہیے۔
٢ والدین کے سامنے آہستہ آواز میں بولنا چاہیے۔
٣ والدین کے پاس ادب سے بیٹھنا چاہیے۔
٤ والدین اگر کوئی کام کہیں تو فوراً کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
٥ والدین کے لیے ہمیشہ دعا کرنی چاہیے۔
٦ اگر کبھی غلطی ہو جائے تو والدین سے ”سوری“ کر لینا چاہیے اور معافی مانگ لینی چاہیے۔
٧ والدین سے زیادہ ضد نہیں کرنی چاہیے۔
٨ والدین کو خوش رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتے ہیں۔
٩ والدین کی خدمت کرنی چاہیے۔
١٠ امی اور ابو کے کاموں میں ان سے پوچھ کر اُن کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن آداب پر عمل کر کے والدین کی دعائیں لینے والا بنائے۔ آمین!

فرشتہ صفت انسان

پھر کیا ہوا؟ ۵

نذیر انبالوی۔ لاہور

گلی میں ایک فقیر مدد کے لیے صدا لگا رہا تھا۔ حارث نے فقیر کو دَس روپے دیے تو وہ دُعائیں دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

شام کو حارث، حمنہ اور حمزہ دادی جان کے کمرے میں موجود تھے۔ دادی جان نے انھیں کے بغور دیکھتے ہوئے کہا:

''آج میں آپ کو ایک فقیر کی کہانی سناؤں گی، وہ فقیر نظام ٹاؤن کی گلیوں میں بھیک مانگتا تھا۔ اس کی آواز گرج دار تھی۔ وہ یہ صدا لگاتا تھا:

''اللہ کے واسطے میری مدد کرو، میں غریب ہوں، محتاج ہوں، اللہ کے واسطے میری مدد کرو۔''

وہ ہفتے میں دو تین بار نظام ٹاؤن میں آتا تھا۔ وہاں کے مکین اپنی اپنی بساط کے مطابق اس کی مدد کرتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ......'' دادی جان اتنا کہہ کر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوئیں۔ بچے پوری توجہ سے کہانی سن رہے تھے۔

''پھر کیا ہوا دادی جان!؟'' حمنہ بولی۔

''اس دن فقیر، جس کا نام سجاد تھا، نظام ٹاؤن آیا تو اُس کی حالت بہت خراب تھی، اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ نظام ٹاؤن کے مکینوں کو سجاد کو اِس حالت میں دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔

جعفر اُسے اپنے گھر لے گیا۔ سجاد کے آنے پر جعفر کی بیگم نے ناخوش گواری کا اظہار کیا:

''اسے آپ گھر کیوں لائے ہیں؟''

''میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں، یہ محتاج ہے، غریب ہے، اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔'' جعفر ایک ہی سانس میں بولتا چلا گیا۔

''یہ پیشہ ور فقیر ہے، ان کا پیشہ ہی دوسروں کو بے وقوف بنانا ہے۔'' بیگم کی بات سن کر جعفر نے کہا:

''یہ پیشہ ور فقیر نہیں ہے، میں اسے جانتا ہوں۔ میں اس کے علاوہ ایک اور فقیر کو بھی جانتا ہوں، اسے بھی لوگ پیشہ ور فقیر سمجھتے تھے، حقیقت میں وہ بھی پیشہ ور فقیر نہیں تھا۔ وہ گلی گلی گھومتا تھا، مدد کے لیے لوگوں کو پکارتا تھا۔ کوئی مدد کرتا تھا اور کوئی ''معاف کرو بابا'' کہہ کر آگے بڑھ جاتا تھا، پھر ایک دن اس فقیر کی زندگی بدل گئی، کسی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔'' جعفر بولتا چلا گیا۔

''کون تھا وہ فقیر؟'' بیگم کے سوال کا جعفر نے جواب دیا:

''وقت آنے پر اُس فقیر کے بارے میں بتاؤں گا۔ سب سے پہلے میرا ایک جوڑا لاؤ، سجاد کی حالت بہت خراب ہے، یہ کپڑے بدلے گا تو اِس کی حالت کچھ بہتر ہوگی۔

''آپ کا جوڑا!؟'' بیگم کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

’’جی میرا جوڑا۔ جلدی کرو۔‘‘ جعفر بولا۔

تھوڑی دیر میں بیگم ایک جوڑا لے آئی۔ فقیر سجاد نے جب نہا کر وہ جوڑا پہنا تو وہ کہیں سے بھی فقیر نہیں لگ رہا تھا۔

’’مجھے یقین نہیں آرہا کہ کوئی مجھ سے اتنا اچھا سلوک کر رہا ہے! کچھ مجھے بُرا بھلا کہتے ہیں، کچھ میری مدد بھی کرتے ہیں، مگر جیسا سلوک آپ نے کیا ویسا سلوک آج تک کسی نے نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے۔ آپ کو جزا دے۔‘‘ سجاد نے جعفر کو دُعائیں دیں، پھر دسترخوان پر کھانا چن دیا گیا۔ سجاد نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔‘‘

دادی جان نے کہانی سناتے ہوئے بچوں پر نگاہ ڈالی۔ سب نہایت توجہ سے کہانی سن رہے تھے۔

’’پھر کیا ہوا دادی جان!؟‘‘ حمزہ نے سوال کیا۔

’’پھر جعفر نے سجاد سے پوچھا:

’’کون ہو تم؟ اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔‘‘

’’میں کون ہوں۔‘‘ اتنا کہہ کر سجاد زار و قطار رو دیا۔

’’حوصلہ کرو، سب کچھ بتا دو، جی ہلکا ہو جائے گا۔‘‘ جعفر نے محبت سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

’’جیسا کہ سب جانتے ہیں، میرا نام سجاد ہے، سب یہ بھی جانتے ہیں کہ میں ایک فقیر ہوں، دردَر کی ٹھوکریں کھانے والا فقیر۔ میں خود اپنی حالت کا ذمے دار ہوں، میں خود قصوروار ہوں۔ میں آج جو کچھ بھی ہوں، اپنے اعمال کی وجہ سے ہوں۔‘‘ سجاد اِتنا ہی کہہ سکا۔ اب وہ دوبارہ رونے لگا۔‘‘

’’دادی جان! فقیر رو کیوں رہا تھا؟‘‘ حمنہ نے پوچھا۔

’’میری پیاری حمنہ! سجاد کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو رہا تھا۔‘‘

’’کیسی غلطیاں؟‘‘ حارث درمیان میں بولا۔

’’سجاد نے جعفر کو اپنی کہانی سناتے ہوئے یہ بتایا کہ اس کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا۔ اس کے ابو ایک فیکٹری میں ملازم تھے۔ سجاد کے دو چھوٹے بھائی انور اور تیمور بھی تھے۔ ہر باپ کی طرح سجاد کے والد کی بھی یہی خواہش تھی کہ اس کی اولاد پڑھ لکھ جائے اور باعزت زندگی بسر کرے۔ سجاد کو قریبی اسکول میں داخل کروایا گیا۔ سجاد گھر سے تو اسکول جاتا، مگر راستے میں کھڑے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر کھیلنے کودنے قریبی میدان میں چلا جاتا۔ جب اسکول میں چھٹی ہوتی تو گھر چلا جاتا۔ اسکول کے ہیڈ ماسٹر، سجاد کے ابو کے جاننے والے تھے۔ انھوں نے سجاد کی غیر حاضری کے بارے میں انھیں بتایا تو وہ بولے:

’’سجاد تو روزانہ گھر سے اسکول جاتا ہے۔‘‘

’’مگر وہ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر کھیل کے میدان میں وقت گزارتا ہے۔ اگر سجاد کا یہی معمول برقرار رہا تو وہ امتحان میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔‘‘

سالانہ امتحان کے نتیجے والے دن ہیڈ ماسٹر صاحب کی بات سچ ثابت ہوئی تھی۔ سجاد اور اُس کے دوست فیل ہو گئے تھے۔ ابو جان نے ڈانٹ ڈپٹ کی، جس کا سجاد پر کچھ خاص اثر نہ ہوا، اس نے اپنی روش نہ بدلی۔‘‘

’’روش کا کیا مطلب ہے؟‘‘ حمزہ نے سوال کیا۔

’’روش سے مراد ہے: طریقہ، انداز۔

سجاد اِسکول جانے کی بجائے کھیل کے میدان میں وقت گزارتا رہا۔ ان حالات میں اس کے ابو جان نے فیصلہ کیا کہ اسے کوئی کام سکھایا جائے۔ چورنگی کے قریب ان کے ایک دوست کی موٹر سائیکل مرمت کرنے کی دکان تھی۔ استاد مراد کے پاس پہلے سے تین شاگرد تھے۔ اب شاگردوں میں سجاد کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ سجاد نے کچھ دن تو وہاں کام کیا، پھر پہلے والی ڈگر پر آ گیا۔ استاد مراد کی دکان پر جانے کی بجائے مختلف جگہوں پر آوارہ گردی کرتا رہتا۔ ابا جان اس کی حرکات سے عاجز آ چکے تھے۔ ان کے سمجھانے کے باوجود سجاد کسی طور خود کو بدلنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وقت گزرتا گیا۔ ابا جان ایک حادثے کا شکار ہو کر دُنیا سے چلے گئے۔ جب گھر کی مالی حالت خراب ہوئی تو سجاد کے پاس نہ کوئی تعلیم تھی اور نہ کوئی ہنر، پھر سجاد نے ایک فقیر کا روپ دھار لیا۔ گلی گلی بھیک مانگنے لگا۔

سجاد کی زبانی جعفر سب کچھ جان چکا تھا۔

’’تم فکر مت کرو، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔‘‘ جعفر نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو سجاد نے فوراً اُسے پکڑ لیا۔

’’اب ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔ ہاں، تمھیں وعدہ کرنا پڑے گا کہ جیسا میں کہوں گا، تم ویسا ہی کرو گے۔‘‘ جعفر نے سجاد کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

’’میں وعدہ کرتا ہوں، جیسا آپ کہیں گے، میں ویسا ہی کروں گا۔‘‘

دادی جان کہانی سناتے ہوئے چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئیں تو حارث بولا۔

’’پھر کیا ہوا دادی جان!؟‘‘

’’جعفر، سجاد کو اپنے جنرل اسٹور لے گیا۔ اسٹور میں دس ملازم تھے۔ انھیں معقول تنخواہ ملتی تھی۔ سجاد کو اِبتدا میں مختلف دالیں پیک کرنے کا کام دیا گیا۔ سجاد کے کام سے جعفر مطمئن تھا۔ جب مہینے کے آخر میں سجاد کو تنخواہ دی گئی تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس کے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ در دَر پھرنے والا، ایک معقول ملازمت کرنے لگا تھا۔

’’آپ انسان نہیں فرشتہ ہیں، آپ کا احسان میں زندگی بھر فراموش نہیں کروں گا۔‘‘ سجاد نے جعفر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

’’فرشتہ میں نہیں، فرشتہ تو کوئی اور ہے۔‘‘

’’وہ فرشتہ کون ہے؟‘‘ سجاد اپنے محسن جعفر کی بات سمجھ نہ پایا۔

’’جب اس فرشتے سے ملو گے تو خود ساری بات سمجھ جاؤ گے۔‘‘ جعفر بولا۔‘‘

’’دادی جان! وہ فرشتہ کون تھا؟‘‘ حارث نے پوچھا۔

’’میرے بیٹے! وہ جعفر کا ایک محسن تھا۔‘‘ دادی جان کی بات سن کر حمنہ نے دُہرایا:

’’جعفر کا محسن!‘‘

جی ہاں، جعفر بھی پہلے ایک فقیر تھا!‘‘

’’کیا! جعفر بھی پہلے ایک فقیر تھا؟‘‘ سب بچے یک زبان ہو کر بولے۔

’’جی ہاں، جعفر بھی پہلے گلی گلی گھومتا تھا، دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا تھا، پھر اُس کا ہاتھ اس کے ایک محسن عبداللہ نے تھام لیا۔ اسے اپنے اسٹور میں ملازمت دے دی۔ جعفر نے وہاں دس سال نہایت دل جمعی کے ساتھ ملازمت کی، پھر عبداللہ نے جعفر کے لیے وہ کیا جو شاید سگے بھی اپنوں کے لیے نہ کر سکیں۔‘‘

’’عبداللہ نے کیا کیا تھا؟‘‘ حارث نے پوچھا۔

’’عبداللہ نے اپنا سرمایہ لگا کر نیو کالونی میں جعفر کو اِسٹور مین بنا دیا۔ اب وہ اسٹور جعفر کی محنت کے باعث علاقے کا سب سے بڑا اِسٹور تصور کیا جاتا ہے۔‘‘

’’اور اَب اسی اسٹور پر سجاد ملازمت کرتا ہے۔‘‘

یہ آواز حمزہ کی تھی۔

’’بالکل درست! ایسا ہی ہے۔ چند دِن پہلے عبداللہ اسٹور آیا تو جعفر نے سجاد کو مخاطب کیا:

’’یہ ہیں وہ فرشتہ صفت انسان جن کے باعث میں اس اسٹور کا مالک بن پایا ہوں۔‘‘

سجاد نے پہلے عبداللہ اور پھر جعفر کو بغور دیکھا۔

’’عبداللہ، آپ کے لیے فرشتہ بن کر آئے تھے اور میرے لیے آپ فرشتہ بن گئے ہیں۔ آپ کی بدولت گلیوں میں بھٹکنے والا اب باعزت روزی کما رہا ہے۔ آپ دونوں اَن مول ہیں، میں آپ دونوں کو سلام کرتا ہوں۔‘‘

’’میرے بچو! یہ تھی آج کی کہانی، بتاؤ، کیسی لگی آج کی کہانی؟‘‘ دادی جان نے بچوں کو مخاطب کیا۔

’’بہت اچھی، بہت اچھی!‘‘ بچے یک زبان ہو کر بولے۔

’’سلامت رہو، خوش رہو۔‘‘ دادی جان نے سب کو دُعائیں دیں۔

(یہ جاننے کے لیے پڑھیے، ایک نئی کہانی، دادی جان کی زبانی اگلے شمارے میں)

ہنسی پارے

قارئین

☆ رانا اور شاہد، دو دوست ایک ہوٹل میں گئے۔ کھانا کھانے کے بعد رانا کے پاس بل کے لیے ایک روپیا بھی نہیں تھا۔ شاہد کا سَر چکرا گیا، وہ رانا سے بولا:

''تم تو کہتے تھے: تم امیر ہو۔''

رانا معصومیت سے بولا: ''ہاں، میرا پورا نام رانا امیر ہے۔''

☆ ایک خاتون کی سہیلی ان کے گلے میں سونے کی چین دیکھ کر بولی:

''یہ چین مجھے دے دو، جب بھی تمھاری یاد آیا کرے گی، میں اسے دیکھ لیا کروں گی۔''

دوسری خاتون بولی:

''تم یہ سوچ کر مجھے یاد کر لینا کہ میں نے اس سے چین مانگی تھی اور اُس نے نہیں دی تھی۔''

(عفان فیصل۔کراچی)

☆ مالک (ملازم سے): ''تمھیں دفتر میں آئے ہوئے صرف ایک دن ہوا ہے اور تم نے تین کرسیاں توڑ ڈالیں۔''

ملازم: ''جناب! آپ کے اشتہار میں لکھا تھا کہ آپ کو مضبوط آدمی چاہیے۔''

☆ ایک بے وقوف پرچہ دینے اپنے ساتھ ایک پلمبر کو لے کر جا رہا تھا۔

کسی نے پوچھا: ''بھائی! پرچے میں پلمبر کا کیا کام؟''

بے وقوف: ''مجھے پتا چلا ہے کہ پرچہ ''لیک'' ہوا ہے۔''

☆ ایک دیہاتی کسی بڑے ہوٹل میں گیا اور چائے کا آرڈر دیا۔ بیرا ایک چھوٹے سے کپ میں ذرا سی چائے لے آیا۔ اس نے ایک ہی گھونٹ میں چائے ختم کر دی۔

''میٹھا ٹھیک ہے، اب چائے لے آؤ۔''

دیہاتی سادگی سے بولا۔

(سمیہ حسن۔حیدرآباد)

☆ ایک زمین دار نے نیا ملازم رکھا۔ ایک دن اس نے دیکھا، ملازم بھینس کو دودھ پلا رہا ہے۔ زمین دار نے غصے میں آ کر پوچھا:

''یہ کیا کر رہے ہو؟ دودھ دوہنے کی بجائے اسے پلا رہے ہو۔''

اس پر ملازم نے کہا:

''دودھ بہت پتلا تھا جناب! میں نے سوچا، دودھ کو ایک چکر اور دے لوں۔''

☆ مجرم: ''حضور! میں بھوکا تھا، بے گھر تھا، بے یار و مددگار تھا، تنہا تھا، اس لیے میں نے چوری کر لی۔''

جج: ''تمھاری حالت واقعی قابل رحم ہے، اس لیے میں چھے ماہ کے لیے تمھارے کھانے پینے اور رہنے کا انتظام جیل میں کر رہا ہوں۔ وہاں تمھیں ساتھی بھی ملیں گے۔''

☆ مالک (ملازم سے): ''اس کرسی پر گرد کیوں جمی ہوئی ہے؟''

ملازم: ''جناب! آج صبح سے کوئی اس پر بیٹھا نہیں ہے، اس لیے اس پر گرد جمی ہوئی ہے۔''

(صفیہ سہیل۔لاہور)

☆ پہلا دوست: ''کیا آپ تشریف لے جا رہے ہیں؟''

دوسرا دوست: ''جی نہیں، میں تو خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔''

☆ ایک شخص (گوالے سے): ''تمھاری بھینس کتنا دودھ دیتی ہے؟''

گوالا: ''چھے لیٹر۔''

وہ شخص: ''اس میں سے بیچتے کتنا ہو؟''

گوالا: ''جی، آٹھ لیٹر۔''

(عبیر عبداللہ۔امریکا)

انصاف کی خاطر ۵

محمد حاشر مصطفیٰ۔راول پنڈی

''مریم! مریم بیٹا! کون آیا تھا؟'' بیگم ابرار احمد بولیں۔

''مریم! مریم! مریم!'' انھوں نے اب مریم کو زور سے پکارا، مگر وہ وہاں ہوتی تو جواب دیتی۔ آخر وہ غصے سے بڑبڑاتے ہوئے باہر آئیں تو کھلا دروازہ دیکھ کر دھک سے رہ گئیں۔

''مریم تو کبھی دروازہ نہیں کھلا چھوڑتی، شاید بھول گئی ہو۔'' انھوں نے سوچا۔

''کمروں میں دیکھتی ہوں۔'' یہ سوچ کر وہ کمروں کی جانب گئیں اور انھوں نے تمام کمرے چھان مارے، مگر مریم نہ ملی۔ اب تو انھیں اپنے حواس گم ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ اپنے حواس کو جمع کرتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئیں اور جج صاحب کو فون کرنے لگیں۔ جج صاحب نے ان کی بات سن کر فوراً گھر کی راہ لی۔

......☆......

کار پوری رفتار سے جنگل کی طرف رواں دواں تھی۔ کچھ دیر بعد جنگل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک موڑ پر آ کر جگو نے کار جنگل کی طرف موڑ دی۔ اتنے میں کالے خان کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فون نکالا اور اسکرین دیکھ کر بولا:

''باس کا فون ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے فون کان سے لگا لیا۔

''ہاں بھئی، کیا رپورٹ ہے؟''

''سب کچھ پروگرام کے مطابق ہی ہو رہا ہے باس!''

''کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے۔ تمھیں پتا ہے نا کہ میں کوئی غلطی ہرگز نہیں برداشت کرتا۔''

''جج......جی باس!''

اس کے ساتھ ہی کار کے بریک چرچرائے اور کار ایک جھٹکے سے رُک گئی۔

''چلو بھئی، اترو نیچے!'' جگو کار سے اترتے ہوئے بولا۔ کالے خان اور راجو بھی دائیں اور بائیں جانب کے دروازے کھولتے ہوئے نیچے اترنے لگے، پھر اگلی بائیں جانب کا دروازہ کھلا اور چھوٹو، مریم کو باہر نکالنے لگا۔ اچانک مریم نیچے گری۔

''دیکھ کر اُترو۔'' چھوٹو بولا۔ مریم ہاتھ جھاڑتے ہوئے اٹھی تو ڈرگی نے اسے ہاتھ سے سختی سے پکڑا اور ٹھکانے کی جانب چل دیا۔

......(جاری ہے)......

نئے لکھاری

بائیکاٹ

حمیصہ بنت عبدالماجد شیخ۔کراچی

''ٹھا'' کی آواز کے ساتھ کمرے کا سکون ٹوٹ گیا اور اُس کے بعد ''ٹھا ٹھا ٹھا......'' پے در پے فائرنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ننھی فاطمہ ایک کونے میں کھڑی ملبے میں دبے اپنے ابو، امی، بہن، بھائی اور دادی کو دیکھ رہی تھی۔

کچھ ساعتوں پہلے وہ لوگ ایک ہنستا بستا خاندان تھے۔ فاطمہ اپنی امی کی گود میں لیٹی ہوئی تھی اور حسنین اپنی دادی اماں سے کہانی سننے کی فرمائش کر رہا تھا۔ وہ لوگ ایک خوش گوار ماحول میں کھانا کھانے کے بعد سونے کے لیے لیٹ گئے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ یہ ان کی آخری رات ہوگی۔ حسنین کو کیا معلوم تھا کہ اگلی صبح اس کی جنت میں بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے ہوگی اور آمنہ (بڑی بہن) کو کیا معلوم تھا کہ اگلی صبح اسے وہ حسین منظر دیکھنا ہے، جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور ہمیشہ ہمیشہ کی راحتیں ان کی منتظر ہیں۔ ننھی فاطمہ کو کیا معلوم تھا کہ آج کے بعد وہ اپنے ابو، امی، بہن، بھائی اور دادی سے ملاقات نہ کر سکے گی، وہ اس سے بہت دور جا چکے ہوں گے۔ فاطمہ، جس کی عمر محض پانچ برس ہے، اُس کے پورے خاندان کو اِسرائیل کی بمباری نے تباہ کر دیا اور اُس کے گھر کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں وہ اس دنیا میں تن تنہا موجود تھی اور باہر اِسرائیلی بھیڑیے گولیاں برسا رہے تھے۔

کیا ہم اس فاطمہ کے دکھ کا اندازہ کر سکتے ہیں؟ کیا ہم فلسطینی بچوں اور اُن کے تباہ شدہ خاندانوں کے دکھ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ نہیں نا! اس لیے کہ ہم تو اپنے گھروں میں ماں باپ، بہن بھائیوں کے ساتھ چین وسکون کی زندگی گزار رہے ہیں، موج مستی کر رہے ہیں اور تو اور، اسرائیلی مصنوعات کا بھی باقاعدگی سے استعمال کر رہے ہیں اور اُن کے ظلم میں برابر کے حصے دار بن رہے ہیں۔

خدارا! ذرا سوچیے، تصور کیجیے، اس ننھی فاطمہ، آمنہ، حسنین اور اِن جیسے لاکھوں بچے جو اِسرائیلی ظلم کا شکار ہو چکے ہیں، کیا بروزِ قیامت ہمارا دامن نہیں پکڑیں گے۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد نہیں کریں گے۔

خدارا! اسرائیلی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیجیے اور مسلمانوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کیجیے۔ شاید ہمارے اس معمولی سے عمل سے ہماری نجات ہو جائے اور ہم قیامت کے دن شرمندگی سے بچ جائیں۔

پانڈا اورِ اسمارٹ فون

محمد حمزہ اویس۔ کراچی

''السلام علیکم!''

سر بھالو نے کمرۂ جماعت میں داخل ہوتے ہی کہا۔ سب طلبہ نے اونچی آواز میں کہا: ''وعلیکم السلام۔''

سر بھالو نے پوچھا: ''کیسے ہو، بچّو!'' سب نے ایک ساتھ کہا: ''ہم ٹھیک ہیں سر! اور آپ کیسے ہیں؟'' سر بھالو نے کہا:

''اللہ کا شکر ہے، میں بھی ٹھیک ہوں۔ بچّو! آج ہم اپنا سبق شروع کرتے ہیں۔ سبق کا نام ہے ''پانڈا اور اِسمارٹ فون''

......☆......

ایک پانڈا تھا۔ اس کے ابو کے پاس اسمارٹ فون تھا۔ ایک دن اس کے ابو گھر سے باہر کسی کام کے لیے گئے تو اُس نے اسمارٹ فون لیا اور چلانا شروع کر دیا۔ پانڈا نے اسمارٹ فون میں گیم دیکھا تو خوشی سے بولا:

''ارے واہ! گیم! ابو کے اسمارٹ فون میں گیم بھی ہے! اب تو میں گیم کھیلوں گا'' اور پھر وہ گیم کھیلنے لگ گیا۔

جب ابو گھر آئے اور پانڈے کو اِسمارٹ فون میں گیم کھیلتے ہوئے دیکھا تو حیران ہو کر اُس سے کہنے لگے:

''تمھیں کیسے پتا چلا کہ میرے موبائل میں گیم ہے؟'' پانڈے نے کہا:

''ابو! میں آپ کا اسمارٹ فون چلا رہا تھا، اچانک مجھے گیم نظر آیا تو میں نے کھیلنا شروع کر دیا۔ ابو! گیم بہت اچھا ہے۔''

ابو نے سمجھاتے ہوئے کہا: ''دیکھو بیٹا! پہلی بات تو یہ ہے کہ جب کسی کی چیز لینی ہو تو اُس سے اجازت لینی چاہیے اور تم نے مجھ سے پوچھے بغیر میرا فون استعمال کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ فون میں گیم کھیلنا بچوں کی آنکھوں اور دِماغ کو کمزور کرتا ہے، اس لیے تم اب فون میں گیم نہیں کھیلنے۔'' پانڈے نے ضد کرتے ہوئے کہا:

''مگر! ابو مجھے تو گیم کھیلنا میں بہت مزہ آ رہا ہے!'' ابو نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا:

''اب گیم کھیلنا بند کرو اور لاؤ، موبائل مجھے واپس کرو۔'' پانڈے نے رونے جیسا منہ بناتے ہوئے کہا: ''یہ لیں۔''

......☆......

پانڈا صوفے پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ میں اب موبائل میں گیم کیسے کھیلوں؟ ایک دم سے اس کے دماغ میں خیال آیا۔ اس نے خود سے کہا: ارے ہاں! امی کے پاس بھی تو موبائل ہے، ان کے موبائل میں بھی گیم ہوگا۔ پانڈے کی امی اس وقت باورچی خانے میں کھانا پکا رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر پانڈے نے دوسرے کمرے سے امی کا فون اُٹھایا اور اپنے کمرے میں آکر گیم کھیلنا شروع کر دیا۔

مگر اِس مرتبہ اس نے پہلے سے ہی سوچ لیا تھا کہ امی کے آنے سے پہلے ہی میں موبائل رکھ دوں گا۔ اس طرح انھیں پتا بھی نہیں چلے گا اور میں چپکے چپکے گیم کھیلتا رہوں گا۔ صبح جب ابو دفتر چلے جاتے اور امی گھر کے کام کرنے لگ جاتیں تو پانڈا چپکے سے گیم کھیلنے لگ جاتا۔ کچھ دنوں تک تو ایسا ہی چلتا رہا، مگر اَب پانڈا اور زِیادہ گیم کھیلنا چاہتا تھا، اس لیے رات کو جب اس کے امی ابو سو جاتے تو وہ اٹھ کر گیم کھیلنے لگ جاتا۔ کچھ دنوں بعد اُس کی آنکھوں میں درد ہونے لگا، لیکن پانڈا تو اور زیادہ گیم کھیلنا چاہتا تھا، اس لیے پانڈے نے اپنے امی ابو کو دَرد کے بارے میں نہیں بتایا۔

......☆......

ایک دن جب پانڈا صبح سو کر اُٹھا تو اُس نے چلاّ چلاّ کر کہا:

''امی! امی! امی جان! جلدی آئیں۔'' پانڈے کی امی بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئیں اور کہا:

''کیا ہوا میرے بچے!؟''

''امی مجھے ہلکا ہلکا نظر آ رہا ہے، کوئی بھی چیز مجھے صاف دِکھائی نہیں دے رہی۔'' پانڈے کی امی اس کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہوگئیں۔ کچھ دیر بعد پانڈے کے ابواُسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر نے چیک اَپ کرنے کے بعد پانڈے کے ابو سے کہا:

''مجھے لگتا ہے کہ آپ کا بیٹا موبائل بہت زیادہ استعمال کرتا ہے، اسی لیے اس کی آنکھیں کمزور ہوئی ہیں۔''

ابو نے پانڈے سے پوچھا:

''بیٹا! کیا تم موبائل استعمال کرتے ہو؟''

پانڈے نے کہا: ''جی ابو! میں چپکے چپکے امی کے موبائل میں گیم کھیلتا ہوں اور جب رات کو آپ دونوں سو جاتے ہیں تو دیر تک گیم کھیلتا ہوں۔''

ابو نے افسوس کرتے ہوئے کہا: ''بیٹا! میں نے تمھیں پہلے سمجھایا تھا کہ موبائل چلانے سے آنکھیں اور دِماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ اگر تم میری بات مان لیتے تو آج تمھاری آنکھیں کمزور نہیں ہوتیں۔''

پانڈے نے کہا:

''ابو مجھے معاف کر دیں، مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں اب موبائل استعمال نہیں کروں گا۔''

ڈاکٹر نے پانڈے سے کہا:

''اگر اَب بھی موبائل استعمال کیا تو نظر مزید کمزور ہو جائے گی۔''

پانڈے نے کہا:

''اب میں موبائل استعمال نہیں کروں گا۔''

آخرکار پانڈے کی آنکھوں پر بہت موٹے موٹے شیشوں کا چشمہ لگ گیا۔

......☆......

سبق ختم ہونے کے بعد سر بھالو نے طلبہ سے کہا:

''پیارے بچّو! آج کے سبق سے ہم نے سیکھا کہ موبائل کا زیادہ استعمال ہماری آنکھوں اور دِماغ کو بہت نقصان دیتا ہے، اس لیے آپ موبائل استعمال نہ کریں۔''

سب بچوں نے مل کر کہا:

''ہم موبائل استعمال نہیں کریں گے اور اپنی آنکھوں اور دِماغ کو کمزور نہیں ہونے دیں گے۔''

بے وقت کھانا

فریحہ معراج۔ لاہور

کہیں سے تلے ہوئے کھانے کی مزے دار سی خوش بو ہوا کے دوش پر سوار میرے حواسوں پر حاوی ہو رہی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ لذیذ پکوان سامنے آ جائے اور میں جھٹ سے کھا لوں۔

سردیوں کی چھٹیاں تھیں۔ رات کچھ زیادہ نہیں ہوئی تھی، لیکن

فرصت کی وجہ سے اکتاہٹ ہورہی تھی۔

موبائل فون پر نظریں دوڑاتے ہوئے مجھے بیس منٹ سے زائد ہوگئے تھے۔ مختلف چیزیں دیکھ کر بالآخر اُن میں سے دو، تین کا انتخاب کرلیا۔

توقع کے مطابق پچیس منٹ بعد دروازے گھنٹی بجی۔ مجھ سے پہلے والدہ دروازے پر پہنچ گئیں۔ جب تک میں پہنچا وہ پلٹ رہی تھیں، مجھے دیکھ کر بولیں:

''تم نے کچھ منگوایا ہے؟''

''جی امی! میں پیسے ادا کردیتا ہوں۔'' میں نے ذرا خجالت سے کہا۔

پیسے لے کر اور کھانا لے کر میں گھر کے اندر پہنچا تو امی نے آڑے ہاتھوں لیا:

''تم تو کھانا کھا چکے ہو، پھر اس وقت کیا منگوایا ہے؟''

''امی! بس وہ، ویسے ہی دل چاہا تو آرڈر کردیا۔ آپ بھی آئیں نا! ذرا دیکھیں، بہت مزے دار ہوتا ہے ان کا کھانا۔'' میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔

''مجھے معاف رکھو، میں وقت پر کھانا کھا چکی ہوں، یہ بے وقت کا کھانا اور وہ بھی اس قدر مہنگا، مجھے ہضم نہیں ہوگا۔'' امی حسبِ عادت بے موقع کھانا، وہ بھی بازاری، دیکھ کر قدرے ناخوش تھیں۔

''جی، کھانا تو کھا چکا ہوں میں بھی، بس ویسے ہی دل للچایا تو منگوالیا۔ کہیں سے خوش بو آرہی تھی پکوان کی اور پھر موبائل پر تصویریں دیکھیں تو رہا نہیں گیا۔'' میں صفائی دینے لگا۔

''اور دیر رات کی پیش کش بھی زبردست ہوتی ہیں۔'' میں نے بات ختم کی تو امی جان کوئی جواب دیے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

مجھے ان کی ناراض کا احساس تھا۔ سوچا صبح منا لوں گا، لیکن صبح اٹھنے میں بہت دیر ہوگئی۔ امی دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں۔

کچھ دیر بعد اُنھیں فارغ دیکھ کر میں ان کے پاس چلا گیا۔

''امی جان! معذرت! کل آپ کو اچھا نہیں لگا کہ میں نے گھر میں کھانا کھانے کے باوجود رات کو باہر سے کھانا منگوایا۔''

''بیٹا! بات صرف گھر کے یا باہر کے کھانے کی نہیں ہے۔'' وہ بھی مجھ سے بات کرنے کے انتظار میں ہی تھیں۔

''اول تو تم نے بغیر بھوک کے کھانا کھایا۔ ذرائع ابلاغ نے کھانے پینے کو ہماری اولین ترجیح بنادیا ہے، اس کے علاوہ ہمیں کچھ نہیں سوجھتا۔ رات گئے قیمتوں میں کمی کی پیش کیش لگا کر مائل کیا جاتا ہے۔ ہر طرف اشتہارات کی بھرمار رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسے وقت پر کھانا کھانا، کسی بھی طرح صحت کے لیے موزوں نہیں۔ کوئی مجبوری ہو تو الگ بات ہے، لیکن محض زبان کا چسکا پورا کرنے کے لیے معدے کو مشکل میں کیوں ڈالا جائے؟''

امی نے میرے جھکے ہوئے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بات جاری رکھی۔

''بیٹا! باہر کا کھانا تو ویسے بھی حفظانِ صحت کے اصولوں پر پورا نہیں اترتا۔ مطلب یہ ہوا کہ پیسے دے کر بیماری مول لی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیسے جیسی نعمت دی ہے، ہم بغیر بھوک کے بھی کھانا خرید سکتے ہیں، لیکن دنیا افلاس زدہ لوگوں سے بھری پڑی ہے، جنھیں ایک وقت بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔''

امی پیار سے سمجھا رہی تھیں۔

''تم نے رات کو دیر سے کھانا کھایا، صبح تم فجر میں بھی نہ اٹھ سکے، بل کہ دوپہر تک سوتے رہے۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں امی! بس چھٹیاں ہیں تو بے احتیاطی ہوگئی۔'' میں نے شرمندگی سے کہا۔

امی نے مزید کہا:

''نہ صرف صحت کے اعتبار سے، بل کہ یہ تمام باتیں کسی بھی طرح اسلام کے طریقے سے میل نہیں کھاتیں۔ بھوک کے بغیر یا بھوک سے زیادہ کھانا، غیر معیاری اور بے وقت کھانا، پیٹ بھرنے کے لیے پیسے کا ضیاع کرنا، ان میں سے کوئی بھی بات اللہ تعالیٰ کو نہیں پسند۔''

''ان شاءاللہ، میں پوری کوشش کروں گا کہ آئندہ ایسا نہ ہو۔'' میں نے امی کے گلے لگتے ہوئے کہا۔

''ان شاءاللہ!'' امی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ولی اللہ

نام: عبداللہ اصغر علی۔ جماعت: دہم، الف۔ شاخ: ریگولر، البدر اسکول

نام سن کر تو آپ لوگوں کو لگ رہا ہوگا کہ اب کوئی پرانے وقتوں کے کسی بزرگ کا کوئی واقعہ شروع ہونے جا رہا ہے، مگر، مگر، مگر آپ! غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ کیسے؟ وہ ایسے کہ جیسا آپ سوچ رہے ہیں ویسا کچھ نہیں ہے۔ اب آپ لوگ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ پھر کیا ہے۔ اب پہیلیاں مت بجھواؤ اور سیدھی طرح بتاؤ کہ ماجرا کیا ہے؟ ارے، ارے آپ تو پریشان ہو رہے ہیں۔ مقصد آپ کو پریشان کرنا نہیں، بل کہ شوق دلانا تھا اور وہ پیدا ہو گیا ہے تو ہو جایئے تیار۔

بات یہ ہے جناب! کہ محلے میں کوئی شرارت ہو، نام جس پر آتا ہے وہ ہے ولی اللہ، اپنے نام سے بالکل متضاد، مختلف قسم کی شرارتیں کرنے میں ہر وقت مصروف یہ لڑکا کبھی کسی سے لڑتا ہوا پایا جائے گا تو کبھی کسی کو تنگ کرتا ہوا۔ غرض چھٹی جماعت کے اس طفل کے طفیل سب کی ناک میں دم ہوئے رہتا ہے۔

خاندانی معلومات کچھ ایسی ہیں کہ ان کے ابا، دو بھائی، ایک سے موصوف چھوٹے اور دوسرے سے بڑے ہیں، یعنی منجھلے ہیں۔ ولی اللہ کے تایا ابا اور چاچو تو گاؤں میں اپنی ماں، یعنی ان کی دادی کے پاس رہتے ہیں، جب کہ ابا قسمت آزمانے شہر آ نکلے۔

خیر، بات ہو رہی تھی ولی اللہ کی۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ ان ''صاحب'' کی حرکتوں سے ہر کوئی پریشان رہتا ہے۔ چھوٹا ہو یا بڑا، کوئی بھی ان کی شرارتوں سے محفوظ نظر نہیں آتا۔ وہ اس طرح کہ ایک دفعہ ناشتے میں چائے کے اندر چینی کے ساتھ ملاحت کے ذوق کے اظہار کے لیے نمک کی آمیزش بھی کر دی گئی۔ جب ذرا پیار سے پوچھا گیا کہ یہ حرکت کس کی ہے تو ''حضرت'' فرماتے ہوئے پائے گئے کہ ''میں تو کب سے کہہ رہا ہوں کہ اس گھر میں جنات کا بسیرا ہے، مگر کوئی سنتا ہی نہیں۔'' اتنے میں بڑی آپا کی طرف سے طنز کے نشتر چلتے اور مناسب حال ٹکا سا جواب ملا:

''تمھارے ہوتے ہوئے کسی جن کی کیا ضرورت؟ اس کی کیا مجال کہ آپ کے سامنے شاگردی کا دَرس بھول کر اُستادی کا منصب سنبھالے۔'' اب تو صاب سہم گئے۔ روہانسے ہو کر منہ بسور کر کام نکالنے کی کوشش کرنے لگے۔ ماماں کی شفقت اور محبت کو متوجہ کرنے کا پرانا اور آزمودہ نسخہ اپنایا گیا، جو حسبِ سابق کام کر گیا۔ پدرانہ شفقت بھی غالب آ گئی۔ بچے پر ترس آ گیا کہ کیوں اسے گھورا جا رہا ہے۔ گویا ''چور نے کوتوال کو ڈانٹ پلائی اور اُس نے پی لی۔''

اس طرح کے چھوٹے موٹے معاملات میں کبھی پھنس بھی گئے تو چھٹکارا حاصل کر ہی لیتے ہیں، مگر صاب کے بہت سے ''کرتوت'' تو ایسے ہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی ہو پائے۔ بوا شکورن کی مرغیوں کے انڈوں کے نکلے ہوئے ''تازہ'' چوزے جن کے بارے میں انھیں خبر بھی

نہیں ہوتی اور وہ غائب ہو جاتے ہیں۔ ایسی ہنر مندی اور چابک دستی سے کام کرتے کہ بوا کو بھی شک ہونے لگتا ہے کہ مرغی انڈے دے کر بیٹھی بھی تھی کہ نہیں یا انھوں نے خود ہی تو "تناول" نہیں فرما لیے۔

بچپن میں بچے شرارت نہ کریں تو عجیب سا لگتا ہے، یعنی یہ ان کا حق ہے کہ شرارتیں کریں اور یہ چھوٹی موٹی طفلانہ حرکتیں ان کے بچپن کی یادوں کو دیرپائی نصیب کرتی ہیں۔

اب جیسے جیسے ولی اللہ صاب بڑے ہو رہے ہیں، ان میں بھی کچھ متانت اور سنجیدگی حیران کن طور پر پائی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے، نام کا بھی آخر انسان کی شخصیت پر اثر ہوتا ہے۔ کچھ عمر کا بھی تقاضا ہے اور پھر پڑھائی بھی تو ہے۔

سوال آدھا جواب آدھا (۵۴) شمارہ مارچ ۲۰۲۴ء کے تین انعام یافتہ قارئین

نوشہرو فیروز: ☆ جویریہ بشیر۔ **صادق آباد:** ☆ بنت ساجد اللہ۔ **کھروڑ پکا:** دانیال حسن۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

حیدر آباد: رملہ فرحان۔ **صادق آباد:** بنت ساجد اللہ۔ **حاصل پور:** ☆ حافظ محمد اشرف۔ **راول پنڈی:** ☆ ملک شاہ زیب احمد، محمد حاشر مصطفیٰ۔

دماغ لڑائیے، انعام پائیے شمارہ مارچ ۲۰۲۴ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆ عبدالمنان بن محمد عدیل۔

اچھے عنوان ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: حریم طارق، محمد حمزہ بن اویس، فاطمہ بنت محمد شاہد، ارحم شاہ، محمد معاویہ باڑی، بنت الیاس رفیع، لبابہ طارق، موسیٰ بن محمد فقیر، محمد اعظم، خیرہ بنت نعمان خان، انابیہ فاطمہ، محمد حبیب، معاذ احمد حسین، محمد خضر، ارقم ذیشان، عبدالرحمٰن۔ **حیدرآباد:** رملہ بنت فرحان۔ **نوشہرو فیروز:** جویریہ بشیر۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **راول پنڈی:** ☆ شفق نور، محمد حاشر مصطفیٰ۔

بلاعنوان (۱۹۹) شمارہ مارچ ۲۰۲۴ء کے بہترین عنوان ارسال کرنے والے تین قارئین

اول: "افطار باکس" — محمد حبیب بن محمد شکیل۔ کراچی

دوم: "صبح کا بھولا" — محمد بن محمد فرحان خان۔ کراچی

سوم: "دیر آید، درست آید" — ملک شازر احمد۔ راول پنڈی

"افطار باکس"، تین قارئین نے اور "صبح کا بھولا" دو قارئین نے بھیجا تھا۔ قرعہ اندازی میں اول انعام کے حق دار محمد حبیب بن محمد شکیل اور دوم انعام کے حق دار محمد بن محمد فرحان خان قرار پائے۔

اچھے عنوانات ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: حریم طارق انصاری، عبیر فاطمہ، لبابہ طارق انصاری، محمد عبدالرحمٰن فاروقی، محمد حمزہ بن اویس، محمد معاویہ باڑی، سعود بن محمد شاہد، افشین بنت انور، محمد خضر۔ **حیدرآباد:** رملہ بنت فرحان۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **کھروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **راول پنڈی:** محمد حاشر مصطفیٰ۔

ذوق معلومات ۹۷ شمارہ مارچ ۲۰۲۴ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆ محمد معاویہ باڑی۔ **حاصل پور:** ☆ حافظ محمد اشرف۔ **راول پنڈی:** ملک شاہ زیب احمد۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: محمد بن فرحان خان۔ **حیدرآباد:** رملہ بنت فرحان۔ **کھروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **راول پنڈی:** محمد حاشر مصطفیٰ۔

سوال آدھا جواب آدھا (۵۴) شمارہ مارچ ۲۰۲۴ء کے تین انعام یافتہ قارئین

نوشہرو فیروز: ☆ جویریہ بشیر۔ **صادق آباد:** ☆ بنت ساجد اللہ۔ **کھروڑ پکا:** دانیال حسن۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

حیدر آباد: رملہ فرحان۔ **صادق آباد:** بنت ساجد اللہ۔ **حاصل پور:** ☆ حافظ محمد اشرف۔ **راول پنڈی:** ☆ ملک شاہ زیب احمد، محمد حاشر مصطفیٰ۔

حرکت میں برکت

ڈاکٹر الماس روحی۔ کراچی

وہ ملتان شہر میں رہتا تھا۔ اس کا نام سوہن رام تھا۔ سوہن بہت محنتی انسان تھا، وہ جب چھوٹا تھا تو اُس کے ابا جی کہتے تھے:

''اس جہاں کے ہر گھر میں محنت پوشیدہ ہے۔ محنت کرنے والا ہی عزت پاتا ہے۔ انسان کی بہت بڑی پریشانی اس کا بے کار رہنا ہے۔ یہ محنت کرنے والا ہے جو دُوسروں کی خبر رکھتا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی دولت ہی محنت ہے۔ جس کے پاس ہوتی ہے اسے چوری کا کھٹکا بھی نہیں ہوتا۔''

سوہن روز دیکھتا تھا کہ ابا جی سویرے ہی اٹھ جاتے ہیں اور اپنی گائے، بھینسوں کی خدمت کرتے ہیں، انھیں چارا ڈالتے ہیں، ان کی مالش کرتے ہیں، پھر اُنھیں گھاٹ پر لے جا کر نہلاتے ہیں۔ واپس آ کر گھر گھر جا کر لوگوں کو دُودھ پہنچاتے ہیں۔ شام کو بازار جا کر چارا بھی لاتے ہیں۔ ابا جی تھکتے نہیں، وہ تو جلدی تھک جاتا ہے۔ ابا جی پھر اُسے کہتے:

''سوہن! محنت اصل میں سونے کی کان ہوتی ہے۔ جو جتنی محنت کرتا ہے اس کی دولت بڑھتی ہے اور دولت سے عزت ملتی ہے۔''

ابا جی کے جگری دوست عبدالرحمٰن کپڑے والے آ جاتے، وہ بھی سوہن کو سمجھاتے:

''بیٹا سوہن! تمھارے ابا جی ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ محنت ہی ہے جس سے قوموں کی شان و شوکت سے بڑھتی ہے۔ تاریک گھروں میں اجالا محنت سے ہے۔ گڈریوں کو بادشاہ محنت نے بنایا ہے۔''

وہ انھیں غور سے دیکھتا۔ ان کے چہرے پر نُور تھا، بڑی سی داڑھی تھی۔ یہ داڑھی والے چاچو اُسے بہت اچھے لگتے تھے۔ اسے اچھی اچھی باتیں جو بتاتے تھے۔ اس نے ایک روز اُن سے پوچھا:

''داڑھی والے چاچو! محنت میں عظمت کیسے ہوتی ہے؟'' وہ مسکرائے۔

''سوہن بیٹا! حرکت میں برکت ہے۔ ہرے بھرے کھیتوں میں ہاری کی محنت دکھائی دیتی ہے۔ ملاح کی محنت سے دریا میں ڈولتی ناؤ کنارے پر آتی ہے۔ یہ محنت ہے جو محتاج نہیں بناتی۔ دیکھو! پیڑ پر چڑھتی ان چیونٹیوں کو، جو صبح سے شام تک ننھے سے سوراخ میں آ جا رہی ہیں اور بہت محنت سے اپنی خوراک جمع کر رہی ہیں۔ بالکل اس طرح انسان بھی محنت کرتے ہیں۔

جب میں بڑا ہوا۔ میں نے کپڑے کا کاروبار شروع کیا۔ میرے پاس کوئی دکان

نہیں تھی۔ میں ٹھیلے پر کپڑے رکھ کر گلی گلی جاتا تھا۔ حرکت میں برکت ہوتی ہے۔ یہ بات سچ ہے۔ میں نے پہلے دکان خریدی۔ محنت کی برکت ہوئی تو کارخانہ خرید لیا۔ یہ محنت ہوتی ہے جو اِنسان کو آگے پہنچاتی ہے۔''

بس بچپن کی یہی باتیں اس کے ذہن میں بیٹھ گئیں۔ وہ ہر کام لگن اور توجہ سے کرتا تھا۔ ملتان شہر کے بازار میں اس کی دکان کی بہت شہرت تھی۔ شہر کا ہر خاص و عام اس کی دکان پر آتا تھا۔

بقیہ: صفحہ نمبر ۵۴ پر

مارچ کا شمارہ سامنے ہے، جو مہینا شروع ہونے سے پہلے ہی مل گیا۔ ''سال نامے'' کی خوش خبری پڑھ کر خوشی منائی، پھر ''پیغام الٰہی'' اور ''پیغام نبوی ﷺ'' پڑھ کر عمل کا عزم کیا۔ ''علیک سلیک'' پڑھ کر یہ تہیا کر لیا کہ منفی بات اگر ہمارے قریب بھی بھٹکی تو اُسے دور مار بھگائیں گے۔ ''جھلکیاں'' میں رمضان کی مناسبت سے بہت خوب صورت انداز میں کھجوریں پیش کی گئیں اور اِس کے ساتھ ساتھ شمارے میں موجود تحریروں کی جھلک بھی۔ ''سیرت کہانی'' پڑھنے سے الحمد للہ دینی و دنیاوی طور پر فائدہ ہوتا ہے۔ ''بلاعنوان'' کہانی بہترین لگی۔ عموماً کام کی زیادتی کی وجہ سے تاجروں میں ایسی لہر بھی معروف ہے۔ بس دادا جان جیسا کوئی مسیحا ہو تو بیڑا پار ہو جائے۔ ''ذرا نم ہو تو'' امت مسلمہ کو جگاتی بہترین کہانی تھی۔ ''سستی شہرت'' معاشرے میں امن پھیلانا سکھا گئی۔ اس شمارے میں تقریباً سات کہانیاں، جن میں سے تین نئے لکھاریوں کی بھی ہیں، جانوروں کے کرداروں پر مشتمل ہیں۔ ان میں سب سے بہترین کہانی ''بدترین مخلوق'' لگی۔ ''جھوٹوں کے جھوٹے'' اس سلسلے کے تحت مستند معلومات فراہم کرنے پر اللہ تعالیٰ حافظ محمد دانش عارفین حیرت کو جزائے خیر دے۔ اس مرتبہ ''خط جو آپ کا ملا'' میں محض ایک ہی خط شائع ہوا تھا۔ ''اُن

سلسلہ ہوتا ہے، جو مزید نکھار پیدا کر دیتا ہے۔ ''دماغ لڑائیے'' انعامی سلسلہ انتہائی آسان رہا، دماغ لڑانا ہی نہیں پڑا۔ ''خطوط'' تو مختصر سے ایک صفحے پر مشتمل تھے۔ خدا شمارے کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ اول ''انعامی خط'' کا انعام آٹھ سو روپے موصول ہو گیا۔ **(حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)**

☆ مٹھائی بھجوا دیجیے!

میں رسالہ لے کر گھر میں داخل ہوا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی بہنوں کو پتا چل گیا کہ رسالہ آ گیا ہے۔ بس، پھر کیا تھا، چھینا جھپٹی شروع ہو گئی۔ تھوری دیر بعد رسالہ ہاتھ لگا تو سوچا، پہلے پڑھ لیتے ہیں، پھر خط لکھیں گے۔ خیر، اب چلیے رسالے کی طرف۔ سب سے پہلے سرورق پر اِفطاری کا ڈبا دیکھا۔ رسالہ کھولا تو ''خوش خبری'' پر نظر پڑی۔ ''پڑھا کو نمبر کے بعد ایک اور خوش خبری ''سال نامے'' کے بارے میں پڑھ کر مزہ آیا۔ آگے چلے تو ''پیغام الٰہی'' میں دعاؤں کے بارے میں پتا چلا۔ اس کے بعد ''جھلکیوں'' کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ کہانیوں میں ''بلاعنوان''، ''سستی شہرت''، ''آخری موقع''، ''ذرا نم ہو تو'' اور ''پھر کیا ہوا؟'' کی تیسری قسط شان دار تھی۔ ''شکر پارے'' سب ہی بہت مزے دار تھے۔ ''نئے لکھاری'' میں ''چُن من

مول خزانہ'' پڑھ کر جان لیا کہ کتابیں ہی بہترین دوست اور خزانہ ہیں۔

(رملہ فرحان۔ حیدر آباد)

☆ سال نامے کی خوش خبری پڑھ کر کس طرح خوشی منائی؟

مارچ کا شمارہ ''ذوق وشوق'' موصول ہوا۔ ماشاء اللہ! عمدہ تحریروں سے مزین تھا۔ ''سال نامے'' کا اعلان پڑھ کر دل بہت خوش ہوا۔ ''علیک سلیک'' نے بہت اچھا سبق دیا۔ ''بلاعنوان'' ایک معاشرتی کہانی تھی۔ دیگر تمام کہانیاں بھی زبردست تھیں۔ نظموں میں ''بندر کی شادی'' پُرلطف نظم تھی۔ ''انعامی سلسلے'' بھی سب دل چسپ تھے۔ ہر بار ایک نیا اضافی انعامی

جنگل'' اور ''راز کی بات'' مزے دار تھیں۔ تقریباً پورا رسالہ ہی بہت مزے دار تھا۔

(حافظ خرم نثار۔ چکوال)

☆ آپ کا خط بھی مزے دار ہے!

ابو وہب! نیچے اُترو

دانیال حسن چغتائی۔ کہروڑپکا

یہ واقعہ موطا امام مالک میں ابن شہابؒ سے مروی ہے۔ اسے پڑھنے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ اللہ کے رسول ﷺ کتنے حکیم اور مردم شناس تھے۔ آپ ﷺ کے بروقت فیصلوں نے اسلام کو پھیلانے میں نمایاں کردار اَدا کیا۔ آپ ﷺ لوگوں کی نفسیات کو پہچانتے تھے، جیسی شخصیت ہوتی اس کی حیثیت کے مطابق اس سے سلوک کیا جاتا۔

فتح مکہ کے موقع پر کچھ ایسی خواتین بھی تھیں جنھوں نے اسلام قبول کرلیا، مگر اُن کے خاوند اِس نعمت سے فی الحال محروم تھے۔ انھی خواتین اسلام میں ایک نام ولید بن مغیرہ کی صاحب زادی کا بھی آتا ہے، جو صفوان بن امیہ کی زوجیت میں تھیں۔ انھوں نے تو اِسلام قبول کرلیا، جب کہ ان کے شوہر صفوان بن امیہ مکہ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے ان کے چچا زاد بھائی وہب بن عمیر کو صفوان بن امیہ کے لیے امان کا پروانہ جاری فرما کر اُنھیں بلانے کے لیے بھیجا۔ وہب نے بطورِ نشانی کوئی چیز مانگی، تاکہ صفوان کو تسلی ہو جائے۔ صفوان اپنے دور کے بڑے مشہور اور نام وَر لوگوں میں سے تھے، مال و دولت کی فراوانی تھی اور خاصے اثر ورسوخ کے مالک تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی چادر مبارک بطورِ نشانی وہب کو عطا فرمائی۔ ساتھ ہی فرمایا کہ دیکھو، اسے اسلام کی دعوت دینا، اگر قبول کرلے تو بہت بہتر، ورنہ اسے دو ماہ کی مہلت دینا کہ وہ اس دوران میں خوب غور وفکر کرلے اور اُسے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی آزادی ہے۔

ادھر جب وہب، صفوان کے پاس پہنچے اور اُنھیں نبی ﷺ کی چادر دِکھا کر دعوت اسلام دی تو وہ مکے کی جانب چل دیے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا تو سواری پر سے چادر دِکھائی اور کہنے لگے:

”اے محمد! وہب بن عمیر آپ کی چادر بطورِ نشانی لے کر میرے پاس آیا تھا کہ آپ نے مجھے امان دی ہے اور آپ نے میرا معاملہ میرے سپرد کر دیا ہے۔ اگر اِسلام لے آؤں تو بہتر، ورنہ دو ماہ کے لیے مجھے فیصلہ کرنے کی آزادی ہے۔“

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ابووہب! نیچے اترو۔“

صفوان بن امیہ نے عرض کیا: ”نہیں، اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نیچے نہیں اتروں گا، جب تک کہ آپ میرے سلسلے میں وضاحت نہ فرما دیں۔“

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”دو ماہ کیا، تمھارے لیے چار ماہ کی اجازت ہے۔“

اسی دوران میں غزوۂ حنین کا معرکہ درپیش ہوا۔ آپ ﷺ کو ہتھیاروں کی ضرورت تھی۔ آپ نے ایک شخص کو صفوان بن امیہ کے پاس ہتھیار اور آلات حرب وضرب ادھار مانگنے کے لیے بھیجا۔

صفوان کہنے لگا: ”یہ ہتھیار آپ مجھ سے عاریتاً لے رہے ہیں یا زبردستی چھین رہے ہیں؟“

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”نہیں، ہم تو عاریتاً لے رہے ہیں۔“

بقیہ: صفحہ نمبر ۵۴ پر

وعدہ اب یہ کرلو تم

کوکب مشتاق۔ گجرات

محنت کرلو ، سن لو آج
علم کے موتی چن لو آج

محنت کے رنگوں کے سنگ
بھرلو تم جیون میں رنگ

روز کا روز ہی کرنا کام
اس میں برکت صبح و شام

ہر لمحہ ہوگا اَن مول
مت کرنا تم ٹال مٹول

محنت سے ہو کر غافل
تم ہو جاؤ گے کاہل

وقت کی تم سب قدر کرو
محنت ہی کی نذر کرو

محنت جو تم کرلو گے
علم سے دامن بھرلو گے

علم کا جگنو بننا ہے
جگ مگ ، جگ مگ کرنا ہے

وعدہ اب یہ کرلو تم
محنت کا دم بھرلو تم

خوب ترقی کرنی ہے
علم کی سیڑھی چڑھنی ہے

ایک اور دنیا

بچوں کے ہاسٹل میں خوب چہل پہل تھی۔ سالانہ امتحان ہونے کے بعد اَب گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ سوم تا پنجم جماعت کے ان بچوں کی دنیا ہاسٹل اور اُس سے ملحقہ اسکول تک محدود تھی۔ کچھ ماہ قبل ایک ادارے کی جماعت بچوں سے ملنے آئی۔ انھوں نے اب بچوں کے لیے عطیہ بھیجا تھا۔ مس عینی نے سوچا کہ بچوں کو تفریح کرانے کے لے جایا جائے۔ وہ اسکول میں بچوں کی استانی اور ہاسٹل کی نگران تھیں۔

''بچو! تیاری ہوگئی کیا؟'' مس نے ہال نما کمرے میں جھانکا۔

''جی مس!'' بچوں کی پُرجوش آوازیں گونجیں۔ آج شام ان کی روانگی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں بس آگئی۔ بچے اپنے اپنے بستے کندھے سے لٹکائے باہر آئے۔ دروازے تک آنے سے قبل وہ قطار بنا چکے تھے۔ سر عاطف رجسٹر میں بچوں کے نام درج کر رہے تھے۔ وہ مس عینی کے بھائی اور اِسکول کے پرنسپل تھے۔ ایک ایک کر کے بچے بس میں سوار ہوگئے۔ کھانے پینے کے سامان کی ٹوکری لیے مس بھی آگئیں۔ بس چلنے سے پہلے سب بچوں نے سفر کی دعا پڑھی۔

سفر شروع ہوتے ہی بچوں نے بس میں کھیلنا شروع کر دیا۔ مس اور سر اُنھیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ رات ہوئی تو اُنھوں نے کھانا کھایا۔ کچھ دیر بعد بچے تھک ہار کر سو چکے تھے۔

صبح کے قریب ان کی آنکھ سَر کے جگانے پر کھلی۔ بچے آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔ سب سے پہلے بلال کی نظر کھڑکی سے باہر پڑی۔

''واہ!'' اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ دوسرے بچے بھی باہر جھانکتے ہی کھل اٹھے۔ پُرسکون ماحول...... دور دُور تک ہریالی...... پیڑ، پودے اور آسمان سے باتیں کرتے سرمئی پہاڑ۔ وہ پہلی بار پہاڑی علاقے کی سیر کے لیے آئے تھے۔ سرائے کی عمارت میں ان کے ٹھہرنے کا انتظام تھا۔ بچے اپنا سامان اٹھائے بس سے اترے۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد اُنھوں نے ناشتا کیا۔

''آپ کے پاس ایک گھنٹا ہے۔ اس دوران میں آپ سرائے میں گھوم پھر سکتے ہیں یا چاہیں تو کچھ اور کر لیں، پھر ہم سیر کو نکلیں گے۔'' سر نے انھیں بتایا۔

''یہاں سے باہر نہیں نکلنا، اکیلے تو بالکل بھی نہیں۔'' مس نے تنبیہ کی۔ بچوں نے سر ہلا دیے۔

بچے برآمدے میں کھیلنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد بلال بھاگتے ہوئے

اندر آیا اور بولا:

''دوستو! اس عمارت کے پچھلے حصے میں بہت سے جھولے ہیں۔''

''کیا؟ ہیں واقعی؟'' بچوں نے پوچھا۔ وہ جھٹ سے بلال کے پیچھے بھاگے۔

''ارے واہ! اتنے سارے جھولے۔'' حفصہ سب سے پہلے بھاگتی ہوئی جھولے پر جا بیٹھی، پھر بلال، احمد اور فیصل بھی آگئے۔ راکعہ اور انعم گول والے جھولے پر چڑھ گئیں۔ دوسرے بچوں نے بھی باقی جھولے سنبھال لیے۔ جلد ہی ان کی آوازیں گونجنے لگیں۔ انھیں وقت کا احساس تب ہوا جب مس کا بلاوا آیا۔ انھوں نے جوتے پہنے، اپنے چھوٹے چھوٹے بستے کندھوں سے لٹکائے اور تیار ہو کر باہر چلے آئے۔

''کیا سب بچوں نے اپنی پانی کی بوتل، بسکٹ، سینڈوچ، ٹوپی، دستانے، چھوٹی رسی وغیرہ بستے میں رکھ لی ہیں؟'' سر نے پوچھا۔

سبھی نے ہاں میں سر ہلا دیے۔ تبھی ان کی نظر آخر میں کھڑے حیدر پر پڑی۔ وہ جھٹ سے اندر کی طرف بھاگا، جب لوٹا تو اُس کے ہاتھ میں پانی کی بوتل اور ٹوپی تھی۔

''آج ہم جا رہے ہیں وادی کی سیر کرنے۔ راستے میں کیمپ لگائیں گے، وہاں کچھ دیر آرام کریں گے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر تازہ دم ہو کر پھر آگے جائیں گے۔ شام تک واپس لوٹ آئیں گے۔'' یہ سن کر بچوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔

ہموار سرسبز و شاداب میدان بہت خوب صورت تھا۔ گھاس ہری بھری اور نرم تھی۔ بچوں نے مل کر وہاں کیمپ لگایا، پھر کھیلنے کودنے کے لیے بھاگ گئے۔ کوئی پھولوں پر بیٹھی تتلیوں کے پیچھے لپکا، کوئی گھاس پر بیٹھ گیا۔ کچھ بچے پکڑم پکڑائی کھیلنے لگے۔ کچھ بچوں نے اپنی رسیوں کو گانٹھ لگا لگا کر لمبا کر لیا۔ اب وہ رسا کشی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اتنے میں دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔

پھر مس نے کہا: ''چلو بچو! اب ہم جھیل دیکھنے جا رہے ہیں۔''

''تمھیں پتا ہے جھیل کتنی بڑی ہوتی ہے؟'' فیصل نے پوچھا۔

''ہاں ہاں، مجھے پتا ہے۔ اتنی بڑی ہوتی ہے۔'' حیدر بولا۔ اس نے بازو ممکن حد تک پھیلائے تھے۔

''کھی کھی کھی!'' سب بچے ہنسنے لگے۔

''جی نہیں، وہ بہت بہت بڑی ہوتی ہے۔'' انعم نے کہا۔

''مجھے پتا ہے۔ جہاں تک دیکھو، پانی نظر آئے، وہ جھیل ہوتی ہے۔'' راکعہ معصومیت سے بولی۔

''پانی نیلا یا ہرا ہوتا ہے۔ اتنا صاف کہ مچھلیاں تیرتی نظر آئیں۔'' سب بچے اپنی رائے دیتے رہے، جنھیں جسے سن کر مس اور سر مسکراتے رہے۔

''واہ!'' بچوں کی آنکھیں پہلی بار جھیل دیکھتے ہی حیرت سے پھیل گئیں۔

دو پہاڑوں کے درمیان یہ نیلے پانی کی حسین جھیل تھی۔ اردگرد سبزہ اور پھول بوٹے۔ بچے جھیل کنارے کھیلنے لگے۔ نیلے پانی کے چھینٹوں سے لطف اندوز ہوئے۔ کشتی کی سیر بھی کی۔ شام ڈھلنے میں وقت تھا۔ انھیں جھیل سے نزدیکی میدان میں کھیلنے کی اجازت تھی۔

''تمھیں پتا ہے جھیل پر پریاں آتی ہیں؟'' بلال نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔

''کیا واقعی!؟'' کچھ بچوں نے حیرانی سے پوچھا۔ کچھ ہنسنے لگے۔ تھک جانے پر وہ گھاس پر دَراز ہو گئے۔

''ارے! وہ دیکھو ہاتھی۔'' احمد نے آسمان پر چھائے بادلوں کی طرف اشارہ کیا۔

''جی نہیں، چڑیا۔'' انعم نے جواب دیا۔

''نہیں تو...... بوڑھا بابا بن رہا ہے۔'' حیدر بولا۔ سب بچے ہنسنے لگے۔

ایک کو بادل کا ٹکڑا پھول جیسا لگا۔ دوسرے کو کسی جانور کی شکل نظر آئی۔ کسی کو اِنسان تو کسی کو ٹوکری۔ ان سب کے خیالات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ راکعہ کو لگا جیسے بادل کا ایک ٹکڑا

اُس کے نزدیک آ رہا ہے۔ پلکیں جھپکے بنا وہ اسے دیکھتی رہی۔ روئی کے گالے جیسا بادل اس کے بہت قریب آ گیا، پھر ہنستے ہوئے بولا:

''اچھی دوست! سیر پر چلو گی؟'' اس نے حیرانی سے آنکھیں پٹپٹائیں، پھر چھلانگ لگا کر بادل پر سوار ہوگئی۔ بادل آہستہ آہستہ اوپر اُٹھتا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کسی اور دُنیا میں پہنچ گئی۔ یہاں ہر طرف بادلوں کے ٹکڑے تھے۔ ان پر سوار ہو کر کئی بچے وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ سب بے فکری سے کھیل رہے تھے۔

''ارے! یہاں تو پریاں بھی ہیں۔'' اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ کچھ بچے تتلی نما پریوں کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ اچانک اسے ایک سنہری پری نظر آئی۔ راکعہ کے قریب جاتے ہی پری اڑنے لگی۔ اس کے پروں سے اڑتا سنہری رنگ دیکھ کر وہ حیران ہوئی، پھر کھلکھلاتے ہوئے پری کے پیچھے لپکی۔ بھاگتے بھاگتے وہ کہیں اور نکل آئی۔ یہاں طرح طرح کے پھل دار درخت تھے۔ جھاڑیوں پر ٹافیاں اگی ہوئی تھیں۔ پاس ہی چاکلیٹ کی نہر بہہ رہی تھی۔

''واہ! دیکھو تو۔'' تالی بجاتے ہوئے راکعہ اچھلی۔ اس کی آواز سُن کر دوسرے بچے بھاگے آئے۔ وہ پھل توڑنے والی تھی کہ کسی نے اسے پکارا۔ اس کا پیر پھسلا، لیکن نیچے گرنے سے پہلے بادل کے ٹکڑے نے اسے سنبھال لیا۔

''راکعہ!'' مس زیبا نے اس کا گال تھپکتے ہوئے پکارا۔ اس نے آنکھیں کھولیں، پھر جھٹ سے اٹھ بیٹھی۔

''میں یہاں؟'' وہ حیران ہوئی۔

''لیٹے لیٹے آپ کی آنکھ لگ گئی تھی۔'' مس نے کہا۔

''جی مس! بادل دیکھتے ہوئے۔'' وہ بڑبڑائی۔ سبھی بچے سرائے واپس جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ اس کی نظر آسمان کی جانب اٹھی۔ یوں لگا جیسے بادل میں چھپی کوئی پری اسے دیکھ کر مسکرائی ہو۔

اگلے روز وہ نئی جگہ گئے۔ شام کو اُن کی واپسی تھی۔ مس اور سَر نے وعدہ کیا کہ اگلے سال وہ دوسرے پہاڑی علاقے کی سیر کروائیں گے۔

''آہا! ہم ایک بار پھر ایک نئی دنیا کی سیر کرنے جائیں گے۔'' آنکھیں میچ کر سوچتے ہوئے راکعہ مسکرا رہی تھی۔

بقیہ: حرکت میں برکت

وہ بہت محنتی تھا۔ اس کے دودھ کے کاروبار میں بہت برکت تھی۔ وہ خالص دودھ بیچتا تھا۔ اسے دوسرے گوالوں کی طرح دودھ میں پانی ملانا غلط لگتا تھا۔ اس کا دودھ جلد ہی فروخت ہو جاتا۔ ایک روز اُس کا کچا دودھ بچ گیا۔ سوہن رام نے سوچا کہ اسے ضائع نہ کیا جائے۔ اس نے بچے ہوئے دودھ میں گڑ ڈال کر گاڑھا بنانا شروع کیا۔ دودھ خشک ہوا تو وہ دانے دار کھویا ہو گیا۔

اس نے اس میں خشک میوہ جات ڈال دیے۔ اس طرح وہ حلوا بن گیا۔ جب بھی کوئی دودھ لینے آتا تو وہ ہر گاہک کو دُودھ کے ساتھ حلوا ضرور دیتا۔ لوگ مزے مزے لے لے کر کھاتے۔ رفتہ رفتہ حلوا مشہور ہو گیا۔

بعد میں یہ حلوا مٹھائی کا حصہ بن گیا۔ لوگوں نے اس مٹھائی کا نام سوہن کے نام پر سوہن حلوا رکھا۔ سوہن حلوا ملتان کی سوغات بن گیا۔ آہستہ آہستہ یہ حلوا ہر مٹھائی کی دکان پر رکھا جانے لگا۔

بقیہ: ابووہب! نیچے اترو

غرض صفوان بن امیہ نے جو کچھ بھی سامان حرب وضرب ان کے پاس موجود تھا، رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عاریتاً پیش کر دیا۔

سنن ابی داوٗد میں مروی ہے کہ صفوان بن امیہ نے تیس سے چالیس زرہیں رسول اکرم ﷺ کو دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوۂ حنین میں فتح ونصرت سے نوازا۔ قبیلہ ہوازن کو شکست فاش ہوئی اور بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ جنگ کے بعد صفوان کی امانت واپس کرنے کے لیے زرہیں اکٹھی کی گئیں۔ معلوم ہوا کہ چند زِرہیں غائب ہیں جو دوران جنگ میں یا تو ٹوٹ گئیں یا گم ہو گئیں۔

رسول اکرم ﷺ نے صفوان بن امیہ سے فرمایا: ''تمھاری کچھ زرہیں گم ہو گئی ہیں، کیا ہم ان کا معاوضہ ادا کریں؟''

صفوان بن امیہ نے عرض کیا: ''نہیں اے اللہ کے رسول! (مجھے ان کا معاوضہ نہیں چاہیے) کیوں کہ آج میرے دل میں (آپ ﷺ کی) وہ محبت موجود ہے جو اُس دن نہیں تھی۔'' پھر اُنھوں نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔

اب ہوا آسان......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہ نامہ ذوق وشوق کی سالانہ ممبرشپ مع رجسٹری ڈاک خرچ =/2500 روپے ہے۔ اگر آپ اکٹھی رقم جمع کروانے سے قاصر ہیں تو ہم لائے ہیں آپ کے لیے ایک بڑھیا پیش کش۔ اب رسالہ حاصل کرنا ہوا آسان......

اگر آپ کی جیب اجازت نہیں دے رہی ہو تو اب آپ چھے ماہ کی ممبرشپ بھی حاصل کر سکتے ہیں، جو کہ =/1250 روپے ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک اور پیش کش بھی......

آپ چھے ماہ کی ممبرشپ بھی حاصل نہیں کر سکتے تو صرف ہر ماہ کا شمارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ فی شمارہ =/180 روپے کا اور =/40 روپے ڈاک خرچ کے۔ مجموعی رقم =/220 روپے جمع کروادیں۔ یہ طریقہ زیادہ آسان ہے۔

(کسی بھی قسم کے اضافی چارجز شامل نہیں ہیں۔)

طریقہ کار: ادارے کے نمبر (0300-2229899) پر یا نگران ترسیل صاحب کے نمبر (0309-2228120) پر جس نام سے رسالہ جاری کروانا ہے وہ بتادیں، مکمل ڈاک پتا اور رابطہ نمبر عنایت کردیجیے، ہم آپ کو رسالہ بھیج دیں گے، ان شاء اللہ!

رسالہ لگوانے کے لیے آپ رقم تین ذرائع سے جمع کرواسکتے ہیں:

① **دستی:** دفتر میں آکر رقم جمع کروانے کے لیے ہمارا پتا ہے: ماہ نامہ ذوق وشوق، کراچی۔ ماتحت مدرسہ بیت العلم، ST-9E، نزد الحمد مسجد، گلشن اقبال، بلاک ۸، کراچی۔ (نوٹ: دستی رقم جمع کرواتے وقت سالانہ ممبرشپ فارم ضرور حاصل کریں۔)

② **بینک اکاؤنٹ کے ذریعے:** بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کے لیے ہمارا بینک اکاؤنٹ ہے: میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر:0179-0103431456 اکاؤنٹ ٹائٹل:Bait ul ilm Charitable Trust Zouq o Shouq

(نوٹ: بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید آپ ہمیں اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کردیں۔)

③ **جاز کیش نمبر:** 0320-1292426

(نوٹ: جاز کیش میں رقم جمع کروانے کی رسید آپ ہمیں اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کردیں۔)

کوپن برائے
بلاعنوان ۲۰۱

نام: ____________ ولدیت: ____________

مکمل پتا: ____________

فون نمبر: ____________

کوپن برائے
ذوقِ معلومات ۹۹

نام: ____________ ولدیت: ____________

مکمل پتا: ____________

فون نمبر: ____________

سوال آدھا جواب آدھا ۵۵

نام: ____________ ولدیت: ____________

مکمل پتا: ____________

فون نمبر: ____________

تعلیمی کھیل ۶

نام: ____________ ولدیت: ____________

مکمل پتا: ____________

فون نمبر: ____________

انعامی سرورق
مئی ۲۰۲۴

نام: ____________ ولدیت: ____________

مکمل پتا: ____________

فون نمبر: ____________

ہدایات: جوابات ۳۱، مئی ۲۰۲۴ء تک ہمیں موصول ہوجانے چاہییں ...... ☆ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا......

☆ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔

Registered NO. M. C. 1241 ذوق شوق